

تصور افکار

غزلیات کفیی حیدر آبادی



محمد سردار علی

۱۹۲۷ء

سلسلہ اشاعت بزم ادب
نمبر (۱۲)

تصویر افکار

دو حصے

(۱) لمعات کیفی (۲) تجلیات کیفی

حضرت سید رضی الدین جن کی فی حیدر آباد کی مطبوعہ غیر مطبوعہ غریب کتب مجموعہ

جامع

محمد سردار علی

مؤلف تذکرہ یورپین شعرائے اردو تذکرہ شعرائے اوزنگ آباد کلام فی وغیرہ

باہت تمام
مولوی غلام محمد صاحب مقیم کتب خانہ مسجد چوک حیدر آباد

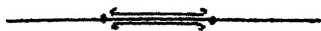
ناشر
کتب خانہ بزم ادب (عقب مسجد چوک)

۱۳۴۶ھ

قیمت

فہرستِ مندرجہ

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۱۔	تعارف۔	۳
۲۔	عکس خط حضرت کیفی۔	۴
۳۔	حضرت کیفی حیدر آبادی۔	۵
۴۔	لمعات کیفی۔	۱۷
۵۔	تجلیات کیفی۔	۸۵



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

آج سے ٹھیک ایک سال پہلے ناشران ”جرم ادب“ کے سلسلے میں حضرت کفئی حیدر آبادی
ادبی و اخلاقی کلام کلام کفئی و نظم کفئی کے نام سے شائع کیا گیا تھا جو ملک میں بھرپور
اور باب ذوق نے اس کی امید سے زیادہ قدر فرمائی اور اسی حوصلہ افزائی کی بنا پر
کفئی مرحوم کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ غزلیات کا مجموعہ ”تصویر افکار“ کے نام سے علم نواز احسان
کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس مجموعہ میں غزلیات درج ہیں اس کا بشیر تحفہ غیر مطبوعہ کلام
مشتمل ہے جو کفئی مرحوم کے احباب و شاگردوں کے پاس سے بڑی تلاش و کوشش سے ہم
کیا گیا ہے۔ اس کو کلام کفئی و نظم کفئی سے کوئی تعلق نہیں۔ بالکل ایک نئی چیز ہے۔

کتاب خانہ ”جرم ادب“ کے قیام کے اعراض و مقاصد میں ایک مقصد بھی
ہے کہ ملک کے مستند و باکمال شعرا کا کلام شائع کرے لہذا اس سلسلے میں دکن کے دیگر نام
کا کلام جو گوشہ گننامی میں پڑا ہوا تلف ہو رہا ہے اسے شائع کیا جائے گا۔

آخر میں ان تمام اصحاب کا جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب میں مدد دی ہے
شکریہ ادا کرتا ہوں اور بالخصوص کفئی مرحوم کے ایک عزیز شاگرد و کا بہت شکور ہوں جنہوں نے
اس کتاب کے لئے بہت کچھ غیر مطبوعہ کلام فراہم کیا۔

خاکسار
محمد سردار علی

بازار گھانسی حیدر آباد دکن
بر. ۱۹۲۴ء

عکس خط حضرت کیفی مرحوم

یہ عبارت اس موقع کی ہے جبکہ آپ نے حیدر آباد سے سکندر آباد جاتے ہوئے ایک شاگرد کی نظم میں اصلاح کرتے اس نوٹ کے ساتھ واپس فرمادیا تھا۔

شعبہ ادب و شعر
حضرت کیفی

حکایت حضرت کیفی
بالکلام حضرت کیفی

حاجان جاوید
حضرت کیفی

حضرت کیفی
حضرت کیفی
حضرت کیفی
حضرت کیفی
حضرت کیفی

حضرت کیفیؒ (حیدر آبادی)

کیفی حیدر آبادی ملک کے مایہ ناز شاعر تھے جن کا نام تاریخ ادبیات اردو میں سنہری حروف میں لکھا جائیگا۔ ادب اردو کے اس جامع الکمال ہستی کے حالات زندگی بیان کرنے، شاعری پر تفصیلی نظر ڈالنے اور شعری پیداوار کی حقیقی عظمت کو بے نقاب کرنے کے لئے یہ مختصر صفحات قطعاً کافی نہیں ہیں اس کے ایک مستقل کتاب درکار ہے۔ یہاں سرسری طور پر کیفی مرحوم کے حالات اور ان کی شاعری کا تذکرہ درج کیا جاتا ہے۔

ابوالرضا کینت سید رضی الدین جن نام قطب میاں عرف کیفی تخلص ہے والد کا نام سید نظام الدین صاحب ہو کیفی حیدر آباد میں پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پایا۔ سنہ ولادت معلوم نہ ہو سکا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد کے زیرِ ایک خانگی کتب میں حاصل کی اور بعد میں پیر رشید دارالعلوم سرکار عالی میں شریک ہوئے جو اس زمانہ میں علوم مشرقیہ کی تعلیم کا سب سے بڑا مدرسہ تھا مدرسہ کے لائق اساتذہ مولانا حبیب الرحمن خان صاحب بیدل مولانا تاج الدین صاحب مولانا عبد القدیر صاحب ہمیشہ آپ کی محنت اور ذہنیت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے تھے

میں نے حضورِ حیات کیفیؒ - دیکھا جو کلام کہنی - کیفی مرحوم (حیدر آبادی) (مطبوعہ رسالہ تجلی) اور تہذیبی حالات (مصنوعی حیدر آبادی) سے اخذ ہے ۱۲

تعلیم سے کنار کش ہو کر کیفی نے ملازمت کا ارادہ کیا کچھ دن علاؤ الدین میں اور اس کے بعد صیغہ تعلیمات میں ملازمت اختیار کی آخر عمر میں آپ تعلقات سرشتہ تالیف و ترجمہ سے ہو گیا تھا کیفی کی فارسی عربی بیاقت بہت اچھی تھی فارسی میں بے تکلف شہرہ کتے تھے چنانچہ فارسی میں آپ ادیب لائمانی مولانا جامی صاحب نوری مرحوم وغیرہ پر فیس نظام کالج کے شاگرد تھے۔

آپ نے علامہ حضرت غفران مکالم کے جن سالگرہ چہل سالہ کی تقریب ۱۳۲۳ء میں ایک ماہوار رسالہ جاری کیا جس کا تاریخی نام جن عشرت ہے خود اس کے مالک و ایڈیٹر تھے آپ نے شاعر ہی نہیں بلکہ شہکار کی حیثیت سے بھی آپ حیدر آباد کے شہورادیہوں میں سے ہیں نظم کی طرح آپ کو نشر لکھنے میں بھی کامل و شگاہ حاصل تھی۔ آپ کے شرمضامین ادبی دنیا سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں آپ بڑی قابلیت کے ساتھ رسالہ صحیفہ کو ایڈٹ کرتے تھے یہاں کی علمی و معاشرتی تحریکات میں اپنے مضامین کے ذریعہ روح رواں کا کام کیا ہے بالآخر آپ نے رسالہ صحیفہ کو انجمن معارف چادرگھاٹ کے سپرد کر دیا مولوی اکبر علی صاحب مہتمم کو (موجودہ مدیر صحیفہ) نے رسالہ کی خزانہ ادا کرتے اپنے ہاتھ میں لی رسالہ کی بنیاد ایسے نیک ہاتھوں سے رکھی گئی تھی کہ آج وہ ترقی کر کے ایک موقر روزانہ اخبار کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

لفظی مرحوم کا فارسی کلام بھی "ناشرات بزم ادب" کے سلسلے میں شہرہ طبع ہو کر شائع ہو گا۔

حالات کیفی

کیفی مرحوم کی وفات کا واقعہ بھی اچانک طور پر پیش آیا۔ ۱۳۳۸ میں خواجہ
غریب نواز کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے عرس موقع پر اجیر گئے تھے جہاں
آپ نے یکایک ۴ رجب کو انتقال فرمایا وہیں پیرِ دُخاک کئے گئے اجیر میں آپ کا مزار
درگاہ خواجہ غریب نواز کے قریب باڑھ گڑھ کے نیچے واقع ہے آپ کی وفات سے
حیدرآباد کی ادبی دنیا کو سخت صدمہ پہنچا آپ کی وفات دنیا کے شاعری کے
بہت بھاری نقصان سے تعمیر کی جاتی ہے

کیفی مرحوم نے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں یادگار چھوڑی ہیں فرزند کا نام
سید شمس الدین عرف سید بادشاہ تخلص علم ہے علم بھی اچھے شاعر ہیں کلام میں کسینی
ولطافت ہے۔

تصانیف میں ایک کلیات ہے جو جملہ اصنافِ سخن پر مشتمل ہے ایک دیوان
بے نقط ہے جس میں اپنا تخلص مرحوم استعمال کیا ہے سفر نامہ ابراہیم بیگ (فارسی)
اردو ترجمہ بھی آپ کی یادگار ہے۔

حیدرآباد دکن میں کیفی مرحوم کے تلامذہ اور احباب کا دائرہ بہت وسیع تھا
جس طرح آپ ایک زبردست شاعر تھے اس طرح آپ زبردست شخصیت بھی رکھتے تھے
کیفی نے شعر و سخن کے ذریعہ حیدرآباد کے نوجوان و ماخوں کی جو تربیت کی اور آپ
کلام سے ان کے قلوب کو جو متاثر کیا یہ چیز بجائے خود کیفی کی شخصیت اور اثر کا ثبوت
ہے آپ کے تلامذہ میں بعض اچھے اور بہت اچھے شاعر ہیں جن میں حکیم مہدی علی صاحب

حالات کی صفی اور نازک آبادی۔ ریاض الدین صاحب ریاض۔ تاج الدین صاحب تاج۔ تاج الدین خاں صاحب تاج۔ احمد سعید صاحب حامد۔ عبدالطاہر صاحب طاہر۔ سید یوسف علی صاحب اعقب۔ یاد علی صاحب یاد قابل ذکر ہیں۔

کیفی مرحوم کے مختصر حالات زندگی بیان کرنے کے بعد اب آپ کی شاعری کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جو آپ کی زندگی کا اصلی کارنامہ ہے کیفی مرحوم کو شعر و سخن کا مذاق فطرتی تھا۔ اوائل عمر ہی سے شعر گوئی شروع کی ابتدا میں حضرت شمس الحق سجاد علی صاحب میکیش تھانوی کے اور بعد میں جہاں استاد مولانا غفور کے شاگرد ہوئے تھوڑے دن کی مشق نے آپ کے کلام کو چمکا دیا آپ کی شاعری اکتسابی نہیں تھی طبیعت فطرتاً سلیم واقع ہوئی تھی سادگی اور سادگی ہمیشہ آپ کے کلام کا طرہ امتیاز رہا۔ دور از کار تشبیہوں اور لایعنی پر شکوہ الفاظ سے آپ کا کلام ہمیشہ پاک رہا۔ شعر کی بڑی خوبی یہ سمجھی جاتی ہے کہ ادھر قال کے منہ سے نکلا اور ادھر سامع کے دل میں اتر گیا۔ یہی کیفیت کیفی مرحوم کے کلام پائی جاتی ہے محاورات اور روزمرہ کا استعمال اپنے کلام میں اس عمدگی سے کیا جس سے طرز بیان میں جدت اور نرالا پن پایا جاتا ہے۔ آغا زہی سے اپنے کو قافیہ کا پابند نہیں بنایا بلکہ قافیہ کو اپنا پابند رکھا۔ جس عمدگی و خوبی کے ساتھ قافیہ کو مکرر کر رہا بندھا ہے اس سے روانی طبع کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

کیفی مرحوم کو جذبات نگاری میں خاص قدرت حاصل تھی آپ کا کلام

جذبات عالیہ کا ایک خزانہ ہے جس میں درشتانی کا جلوہ قابل دیدہ حاکمیت
شعر سے قادر الکلامی اور استاد کی ٹپکتی ہے حقیقی حیات اور واردات قلبیہ کو
وہ دلفریب انداز کے ساتھ نظم کیا ہے کہ جس سے ایک ایک شعریں زہر آلود
بن گیا ہے۔

کیفی اردو کے ایک اول درجہ شاعر تھے ان کا کلام خزانہ اردو
میں ایک گراں بہا انما ہے آپ کا کلام مطالب و معنی کے لحاظ سے ایک وسیع
کائنات پر مشتمل ہے اس تفصیلی تبصرہ کرنا ان محدود صفحات میں ناممکن ہے۔
کیفی کی شاعری قصیدہ، غزل، رباعی، مہدس، مخمس، ترکیب بند، غیر مضمونی
نظموں اور ہر قسم کے شعری جواہر پاروں سے مالا مال ہے۔

کیفی اپنی قدیم طرز کی شاعری میں جن خصوصیات کے لحاظ سے اساتذہ
کے ہم رنگ ہیں ان میں سب سے پہلے خصوصیت زبان اور اسلوب بیان کی
خوبی ہے وہ دہلی کی ٹھیک زبان استعمال کرتے تھے اور اپنے استاد کی طرح محاورے
اور روزمرہوں کے بر محل استعمال کا التزام کرتے تھے اس خصوصیت میں ان کا کلام
دماغ کے کلام سے اس قدر شباہ ہے کہ اکثر دفعہ ان کے شعاریہ دماغ کے اشعار کا
شبہ ہو جاتا ہے۔

اس سلسلے میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ کیفی جہاں دہلی کے
صحیح صحیح محاوروں اور روزمرہوں کا التزام کرتے ہیں دکن کے بعض مخصوص الفاظ

اور ضربِ المثلیں بھی بے دھڑک استعمال کر جاتے ہیں کیفی کی شاعری رنگینی اور سوجنی میں استادِ داغ سے کم نہیں ہے کیفی کے کلام کی اصلی خصوصیت معاملہ بندى اور سلاست بیان ہے ان کے کلام میں مبالغہ آمیزی اس درجہ ہوتی ہے کہ پڑھنے والے کو اس کا خاص لطف حاصل ہوتا ہے۔

کیفی کے عہدِ میج اردو رسائل اپنے علمی و ادبی ماحول کے نمائندے تھے۔ اور جن میں کیفی کا کلام شائع ہو کر ملک کے علمی طبقہ سے خراجِ تحسین حاصل کرتا تھا ان میں بعض نام یہ ہیں۔ اذیب مرتبہ مولوی ظفر یاب خاں آفادہ مرتبہ مولوی ناظر الحسن ہوش لبگرامی۔ تزک عثمانی۔ دبذّب آصفی۔ محبوب کلام۔ اگر آئندہ کسی مورخ کو معلوم کرنا ہو کہ کیفی کے عہد میں حیدر آباد میں کون کون سی قابلِ ہستیاں تھیں اور کیفی کے معاصرین و یارانِ طریقت کون تھے تو اسکو کیفی کے کلام کا مطالعہ کرنا بھی نہایت ضروری ہے ذیل میں ان اصحاب کے اسما و گرامی درج کئے جاتے ہیں جو کیفی مرحوم کے ہم عصر تھے۔

مولانا جامالی الدین نورمی۔ ملا عبد القیوم۔ مولوی عبدالقدیر صدیقی۔ مولوی علامہ بنی فہیم۔ مولانا سید اشرف شمسی۔ نواب مرزا داغ دہلوی۔ علامہ شبلی نعمانی۔ مولوی حمید الدین۔ علامہ سید علی شوتری طوبی۔ آغا شاعر دہلوی۔ ڈاکٹر الما لطیفی۔ علامہ علی حیدر طباطبائی۔ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی۔ مسٹر سید اس مسعود۔ مولوی حبیب الدین۔ مولوی فخر الدین احمد خان

مولوی فضل محمد خاں - پروفیسر عبدالرحمن خاں - نواب عزیز یار خجک بابر عزیز
 نواب عزیز خجک دلا - میرزا در علی برتر - مفتی نور الضیاء الدین - مولوی محمد الیاس
 ثاقب بدایونی - قاضی صدیق احمد فہیم - مولوی محمد علی ناظم - حکیم نوازش علی
 مست - نوازش علی لمعہ - مولوی وحید الدین عالی - نواب فصاحت خجک بابر
 جلیل - نواب اختر یار خجک بہادر اختر مینائی - مولوی قطب الدین محمود علی
 فاضل - ملا عبدالباسط - مفتی اعظم علی شایق - مولوی احمد حسین امجد مولوی
 منجب الدین تنجلی - مولوی قطب الدین تسلی - مولوی عبدالحی بازغ - مولوی
 شیخ محفوظ علی محفوظ - مولوی عبدالواسع صفاء - مولوی غلام مصطفیٰ ذہین -
 کیفی مرحوم کے کلام نے اس وقت کے جن علمی اور معاشرتی جلسوں میں
 گرمی پیدا کی اور بہت حد تک ان جلسوں کو اپنے مقاصد میں کامیاب بنانے کی
 تحریک میں روح رواں کا کام کیا ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں :-
 دارالعلوم - نظام کلج - حیدر آباد ایجوکیشنل کانفرنس - انجمن ثمرۃ الابد
 انجمن ہلال احمر (خجک بلقان) جلسہ یادگار نواب فضیلت خجک مرحوم -
 انجمن معین السلین - جلسہ قرض حسنہ - انجمن اصلاح چنگوہ - انجمن افتخار دکن
 انجمن معارف - اقبال کلب - جلسہ افتتاح مدینہ ریلوے - جلسہ تفریتی ڈاکٹر
 اگھو ماتھہ - جشن میلاد النبی سکندر آباد وغیرہ -

کیفی مرحوم کے کلام کی حقیقی عظمت اور عام قبولیت کا اندازہ اس سے

کیا جاسکتا ہے کہ کیفی مرحوم کا کلام جن کا انتظار شایقینِ ادب بہت بے چینی اور اشتیاق سے کر رہے تھے جب کتب خانہ بزمِ ادب حیدر آباد کی زیر سرپرستی شائع ہوا تو لوگوں نے بے حد شوق کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا جس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ سیکڑوں نسخے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے جس سے شایقینِ ادب کی یہاں سمجھ گئی۔ کارپردازانِ بزمِ ادب کی یہ کوشش بہت قابلِ تعریف ہے کہ کیفی مرحوم کے اخلاقی۔ ادبی اور تاریخی کلام سے ملک کو روشناس کرا دیا اور اس سے عوام میں جو کلام کیفی کے دیکھنے کی خواہش پیدا ہو گئی تھی وہ بہت کچھ دور ہو گئی۔

آخر عمر میں کیفی مرحوم نے قومی نظموں کی طرف توجہ کی تھی اس خصوص میں بھی ان کا کلام حاصلِ مہمت رکھتا ہے۔ حیدر آباد کے قومی باغلی جلسوں میں آپ کی نظمیں، دلولہ اور بیجاں پیدا کر دیتی تھیں اور ان میں وہ اثر اور سوز و گداز پیدا کیا تھا جو آج تک حیدر آباد کے کسی شاعر کو نصیب نہ ہو سکا۔ باعتبار قومی نظموں کے آپ کو حیدر آباد کا حالی کہنا بیجا نہ ہو گا۔ آپ کی تمام نظمیں فصاحت و بلاغت حسنِ بیان اور حسنِ تخیل میں ڈوبی ہوئی ہیں بعض مشہور نظمیں یہ ہیں:-

دقائقِ عرب - جاہلیت کی انسانیت - مغرب - شکر نعمت - سفر وطن

رب حلیل - قرضِ حسنہ - تعلیمِ نما - جاپان تلینڈیورپ - نمرہ وغیرہ -
تاریخ کو نظم کرنا بھی کیفی کا خاص کمال ہے۔ دکن کی علمی ترقی کا ذکر کہنے تو چند شعر میں کیا ہے لیکن چھ سو برس کی تاریخ کا عطر کھینچ کر رکھ دیا ہے ساتھ ہجرت

بارہ سو ہجری تک کی تاریخ کالب لباب ان چند شعروں میں ملاحظہ کیجئے گا۔

ہے قدرت کے دکن فیاضوں میں شہر
تھا ظہوری بھی نہک پروردہ ملک دکن
شوق ابراہیم شاہ عادل کو موسیقی کا تھا
سات سواسی میں جب محمود شاہ بہرہ
در سے کھولے کئی اور علم کو دی تازگی
سات سو سترٹھیس کی محمود گاؤں نے بنا
طول و عرض اس کا پتھر پچھن گور کا تھا
طالب علموں کو کھانا مفت پڑا مفت تھا
آج تک اس کے کھنڈراتی ہیں آثار قدیم
قطب شاہی دور میں تھا گو لکڑہا علم
جب محمد نے بسا یا حیدر آباد دکن
چار مینارہ بنایا مدرسے کے واسطے
کیسے کیسے تھے دکن میں آج علم و فن
شیخ عین الدین گنج العلم تھا جس کا لقب
تین دن ہفتے میں خود فیروز شاہ ہمہ
ملاحظہ اللہ شہ اری حبیب اللہ شاہ

ہیں کبھی برسیا کرتا تھا ہیں اگر حساب
اور طغرائے بھی پایا تھا ہیں اگر خطاب
ہے ظہوری کی نواسخی پر ازنگ رباب
سلطنت کے تخت پر بیٹھا ہے بامد خطاب
جس قدر حصے میں تھا حاصل کیا اس نے ثواب
مدرسے کی شہریدہ میں بطرز الاجاب
اور سو سو فٹ کے دو مینار گجے حساب
مفت پڑھنے کو ملا کرتی تھی دہری کتاب
مثل طاق کسروی و گنبد افریاب
طالب علم اس میں پڑھ پڑھ کر بھی کسب کیا یہ
دریں حفظ از روئے حل و جواب
اور ایسا حفظ ہے تاریخ بنائے الاجاب
لوگ کیا کیا مع جوتے تھے فضیلت کتاب
تھے ہیں اطوار ابراہان کی تبت کتاب
درس دیتا تھا فرشتے نے لکھا ہر کتاب
شیخ علم اللہ محدث جس کا علم خطاب

اور علامہ محمد ابن حنا توں بافتیہ مولوی عبدالکریم ایک ایک فردِ واجب
 مولوی حافظ شجاع الدین صاحب تادری درس گاہیں ان سبھ کو تھیں نہایت کلیاب
 کیفی کے کلام کے مطالعے کے بعد سب سے زیادہ جس چیز کا پڑھنے والے پر
 اثر ہوتا ہے وہ ان کی تادری کلامی ہے ہر شخص کو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کیفی کو زبان پر
 پوری قدرت تھی وہ پیچیدہ سے پیچیدہ واقعات کو نہایت صفائی اور سادگی سے
 نظم کرتے ہیں اور اپنے تخیل کا اظہار مسخ کر کے نہیں کرتے بلکہ وہ جس چیز کو پیش کرتے
 ہیں وہ اس قدر مکمل ہوتی ہے کہ وہ بعینہ ہمارے سامنے آجاتی ہے اور ہم محسوس
 کرنے لگتے ہیں کہ وہ چیز ہمارے شاہد میں ہے۔

کیفی نے اپنے کلام کے ذریعے اصلاح و تہذیب کی بھی کوشش کی ہے اور
 کبھی کبھی قدیم روایات اسلامی کو نہ چھوڑنے اور نئی تہذیب کو مضرت قرار دینے کے
 خیالات کا بھی اظہار کیا ہے انھوں نے اپنے کلام میں رازِ زندگی اور مسلمانوں کے
 اتحادِ ملی پر بھی روشنی ڈالی جو اور مسلمانوں کو تلقین کی ہے کہ ان کی پستی و ادبار کا
 اصل سبب قرآنِ حکیم سے بیگانگی ہے اگلے مسلمانوں کے کارناموں پر بھی فخر
 کیا ہے اور موجودہ استخوافِ فردش مسلمانوں کو کچھ کر کے دکھانے کا طعنہ دیا ہے
 کیفی مرحوم کے کلام کی جن خصوصیات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے
 اس کے متعلق ان کے کلام میں کثیر التعداد مثالیں اور نمونے دستیاب ہو سکتے ہیں
 جن کو بخوفِ طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔

ابھی بہت زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ کیفی کے نعروں سے ملک کی نضا گونج رہی تھی اور وہ حیدر آباد کے زندہ ارباب شعرو سخن میں داخل تھے اور ان کی سخنیں شائقان فن کے لئے شمع ہدایت اور گرمی محفل بنی ہوئی تھیں۔ کس کو خیال تھا کہ وہ اس قدر جلد اس خراب آباد گیتی سے رخصت ہو کر حیدر آباد کی شعرو سخن کی دُنیا کو ہمیشہ کے لئے غمگین چھوڑ جائیں گے۔

کیفی مرحوم کی ذات میں جس ادبی مذاق کی تکمیل ہوئی اب وہ حیدر آباد کی شعرو سخن کی دُنیا میں رُوح کی طرح سرایت کر گئی ہے اور اس نے ان کے تلامذہ کو بیدار کیا ہے۔

کیفی مرحوم کی طبیعت میں لائبرالی پن اور بے پروائی بہت تھی ان کی عبور طبیعت درباری تعلقات سے ہمیشہ نفور رہی۔ فقر و قناعت کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ جاہ طلبی سے نفرت تھی اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی جامع الکمال ہستی میں ان صفات کا ہونا لازمی ہے۔

آپ کی بے پروا طبیعت نے آپ کے کلام کو بہت منتشر کر دیا مگر آپ جس شاگرد یا دوست کے مکان میں قیام کرتے تھے اور اس مقام پر جو کچھ تھے وہیں چھوٹے تھے۔ پھر کبھی اس کو یاد نہ کرتے تھا ہر جہ کی ایسی صورت میں آپ کا مکمل آرام ممکن ہوتا تھا۔

کا کرکنان "بزم ادب" کا ادبی دنیا کو بیدار کرنا چاہیے کہ انھوں نے

یہ کینی مرحوم کا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام بڑی محنت سے جمع کر کے شائع کر دیا۔
 اور سچ تو یہ ہے کہ ”بزم ادب“ کی حسن سعی سے ہی تھوڑے عرصہ میں کینی کے شائق
 کچھ لطیف چیزیں فراہم ہو گیا جو اس سے بشیر غیر موجود تھا۔

لمعاتِ کیفی

(کیفی حیاتِ آبادی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

————— (❦) —————

خم-سبو-ساغر-صراحی-جام-پیامہ مرا
 بے نیازانہ طبیعت دل ہے شاہانہ مرا
 ہر طرف مشق تصور سے ہے نقشہ ارکا
 تم یہاں کیا آئے گویا اک خدائی آگئی
 ساز و ساماں ہیں مری یہ بے نرسا مانیا
 بعد مدت کے ہوئی ہے قدر اب کہتے ہیں
 دشمن اپنا آپ ہوں میں دوست اپنا آپ ہوں
 میں یہ کہتا ہوں ”پرانی آگ میں گتا ہو کون“
 درد دل میرا ہوا ہے باعث آرام یار
 لے خار وصل اب تو اٹھانے دے مجھ کو
 میرے ساتی! جب مرا تو ہو تو مے خانہ مرا
 بھیس تو یوں دیکھنے کو ہے فقیرانہ مرا
 میرے حق میں خبت المادی ہے کا شانہ مرا
 آج تو اک محشر شاں ہے جلو خانہ مرا
 باغ خبت سے بھی اچھا ہے یہ ویرانہ مرا
 ”آج تک میرا ری دیوانہ ہے“ دیوانہ مرا
 کوئی دنیا میں یگانہ ہے نہ بے گانہ مرا
 شمع کستی ہے ”مگرایا ہے پر وانیہ مرا
 نیند آنے کے لیے سنتا ہے افسانہ مرا
 ہو گیا تڑکا، بلاتا ہے کوئی شانہ مرا

شعر لیا۔ نعرہ بھی سن کر کہتے ہیں ”کفنی بڑے“

چھپ نہیں سکتا کہیں انڈیا نہ مرا

سودا جو ہو چکا ہو۔ وہی پھر ہوا تو کیا
 ہنگامہ روزِ حسرت کا تر بھر ہوا تو کیا
 غمگین دل۔ اگر مری خاطر ہوا تو کیا
 سودا کسی کا لاکھ مرے سر ہوا تو کیا
 پنہاں ہوا تو کیا، کوئی ظاہر ہوا تو کیا
 ہر روز لاکھ بار دنِ خسرو ہوا تو کیا
 نالوں سے کوئی اب متاثر ہوا تو کیا
 ناصح۔ اگر بڑا ہی مستر ہوا تو کیا
 حاضر ہوا تو کیا میں نہ حاضر ہوا تو کیا
 مومن ہوا تو کیا کوئی کافر ہوا تو کیا
 جزیرہ ہوا تو کیا کوئی تر بھر ہوا تو کیا

دردِ خارِ عشق مرے۔ سر ہوا تو کیا
 وہ جوشِ دادِ خواہی بے داد وہی نہیں
 اب، وہ غمِ فراق کی لذت کمالِ نصیب
 اب وہ دماغ ہی نہ رہا ہے جنونِ عشق
 اب چشمِ امتیاز کی منت، اٹھائے کون؟
 اب دل میں حسرتِ شبِ اسید ہی نہیں
 ہم ہیں وہی۔ مگر وہ طبیعت، وہ دل کہاں
 سمجھائے کیا اسے جو نہ سمجھے کسی کی بات
 محشر میں ہو رہی ہے قیامت، تو ہونے دو
 وہ صلحِ کل پسندِ طبیعت۔ نہیں رہی
 ہم اپنے دردِ دل کی کہانی سنائیں گے

کہتے ہیں شاعری جیسے کیفی! وہ اور ہے

ہونے کو کوئی ماتم و ماثرو ہوا تو کیا

اُن کی یہ نیچی نگاہیں میرا اوپر دیکھنا
 بھول کر میری طرف تیرا ستگر! دیکھنا
 رنج و غم جو کچھ دکھاتا ہے مقدر۔ دیکھنا
 ہنسی کتنا سخت جاں اللہ اکبر! دیکھنا

کیا قیامت ہے۔ ذرا الے اہلِ محشر! دیکھنا
 مجھ کو مرگِ ناگمانی کا فرادیتا ہے اے
 دیکھنے کو دی ہیں جب آنکھیں ہیں اللہ نے
 نازنین قاتل مرا کہتا ہے (خبر چھینیک کر)

گنبد چرخ کہن میں اب توجہ لگتا نہیں۔
 دوسری دنیا میں۔ کوئی دوسرا گھر دیکھنا
 تیری۔ غریب جو بھتی درپردہ سازش کھل گئی
 میری آنکھوں میں ذرا آنکھیں ملا کر دیکھنا!
 کان جب تک ہیں، ملامت گر کی سنی چاہئے
 آنکھ جب تک ہے۔ تراروئے منور دیکھنا
 یہ دوائے خاص ہے تجہ ہی میں لے تصویر
 کوئی تجھ سے سیکھ لے سب کو بار بار دیکھنا
 ساتھ دے اپنا اگر وہ کا فر خاطر نشیں
 بات کعبے میں کہ اک بار چل کر دیکھنا
 آسماں سر پر اٹھا رکھا ہے شور عشق سے
 حضرت انساں کی قسمت کا چکر دیکھنا
 دارو گیر حشر ہے۔ زاہد بھی ہے کیفی بھی ہے

کون کرتا ہے بھلا یہ معرکہ سرد دیکھنا

اب بھی شیدائے زمانے کا زمانہ تیرا
 اے دن سن وہ ترے اُن وہ زمانہ تیرا
 ایک ساتی کے ہونے سے۔ کیا لطیفی
 کہ نہیں رنگ وہ۔ اے بزم شبانہ تیرا
 فرط شادی سے جو ہیں دو دو گھڑی نگہیں
 یہ ہے اے عید شب وصل! دو گانہ تیرا
 ضد بڑکین کی گئی اب ہے جوانی کا غور
 نہ رہا وہ نہ رہے گا یہ زمانہ تیرا
 دل بیتاب نہ بھل اخوت ہے سوا کی کا
 حال دیکھے نہ کوئی مضطربانہ تیرا
 کہہ دے کہہ دے کہ تم آجائیں گے انشا اللہ
 گوارا وہ نہ بھی مستقلانہ تیرا
 دل چڑایا ہے مرا کس نے خدا ہی جانے
 نام لیتا ہے کوئی بے ادبانہ تیرا
 میں ہی خواہ جہاں۔ اور جہاں میرے عدد
 تو زمانے سے خطا اور زمانہ تیرا
 ہوتی ہیں عاشق و معشوق میں جو جو کیا
 وہ کہانی ہے مری یا ہے فسانہ تیرا

دل کو تسکین تو دے۔ او قدر انداز اول
میری سونتیں۔ اور اک تری بے پروائی
ریخ و راحت کے مزے سب کم بوش ملیں
مجھ سے کچھ کم نہیں اے عشق تری سوائی
مجھ کو تاخیر کا لشکوہ نہیں ہاں اور سوا
کس سے شکوہ ہے نہ کس کا یہ کس کی نفی

کوئی بے گانہ یہاں ہے نہ یگانہ تیرا

نہ ہوا وعدہ وصل آپ سے پورا نہوا
جب میں کہتا ہوں کہ وعدہ کوئی پورا نہوا
یوں تو ہونے کو ہے وہ کون بوجھ نہوا
پھوٹ کر جزو دل خوش ہو جانا تھا
گتھیاں قسمت برگشتہ کی سلجھائے دہ کیا
ہو رہا ہے کوئی بدنام۔ کسی کے باعث
ہم کو کیا کیا نہ کیا ترک وطن نے بدنام
یا دیری نہیں جاتی ہے ہمارے دل سے
ان کے آنے سے ملاجین تو وہ کہتے ہیں
جو کہا تھا۔ وہی کہتا ہوں کہوں گا بھی ہی

کبھی امروز کا فردا پس فردا نہوا
بن جائے پھر پوچھتے ہیں کیا نہوا
وہی عاشق ہے جسے تم کہو ایسا نہوا
آبلہ دل کا۔ حباب لب دریا نہوا
جس کے ہاتھوں سے کبھی بند تباہ نہوا
یہ بھی کچھ آپ کو معلوم ہوا یا نہوا
پردہ اہل جنوں میں جسرا نہوا
یہ مرض وہ ہے جو بھولے سے بھی اچھا نہوا
دیکھنے آئے تھے جو ہم۔ وہ تماشا نہوا
کوئی ایسا ہے۔ نہوا ہے نہو گا۔ نہوا

نہ رکھا بے روپائی نے کہیں کا بھی ہیں ہم کسی کے ہوئے۔ کوئی ہمارا ہوا
 کبھی پورا نہ ہوا عمر بھر تار وصال ان سے ایفانہ ہوا ہم سے تقاضا ہوا
 تم وفا دار نہیں کیا کہ ستمگر بھی نہیں وعدہ کیا۔ کہ ستم بھی کوئی پورا ہوا
 میں نے وہ ضبط کیا۔ جویر امکاں میں نہیں تم نے وہ ناز کیا۔ جو تھیں ریا ہوا
 حُسن کیا حُسن پس پردہ جو ستور رہا عشق کیا عشق جو بازار میں رسوا ہوا
 آہ بے ساختہ نکلی ہے یکا یک دل سے ہائے اس وقت مرادو ٹھنے والا ہوا

ہم کو کینی نطفہ آتا ہے اُسی کو چے

جو مہتمم سرم و دیو کلیسا ہوا

دھیان ہم نے ترا و شجہ گرا چھوڑ دیا جھوٹے کا تو نہ تھا قصد مگر۔ چھوڑ دیا
 تجھ کو اللہ پرے درد جگر اچھوڑ دیا کہ۔ دل نے بھی دھلنے بھی۔ انہر چھوڑ دیا
 جب وطن میں ہیں ملنے لگے غربت کے مرتے ایک مدت کے جو تھا قصد سفر چھوڑ دیا
 طرف عیار ہے۔ وہ شوق نگہ۔ دیدہ دلیر مرغ دل پر مرے شہباز نظر چھوڑ دیا
 دل جگر لے کے براہ کرم اس ظالم نے دروڑ چھوڑ دیا درد جگر چھوڑ دیا
 باغ دنیا کے تماشے بھی ہیں اس کی ہڈی کو چشمی ہے یہ زاہد نے اگر چھوڑ دیا
 زاہد خشک کو محشر میں ہوئی کیا برت جب فرشتوں نے مراد امن تر چھوڑ دیا

مجھ سے سخت کی جس دن سے ہوئی دلیں

شب فرقت نے۔ گریبان سحر چھوڑ دیا

دنیا میں جو معشوق تیرا گوارہ نہوتا
عاشق کبھی لذتِ حشر آزار نہوتا
امیدِ عبادت نے کیا جھجھ کو پشیاں
ورنہ کبھی اس درد کا اظہار نہوتا
رہتی کوئی دن اور تمنائے حیات
لے کاش علاجِ دل بیمار نہوتا
لے شانِ کریمی تھے دشمنِ ہاں میں
کیا بات کہیں اور گزار نہوتا
بہتر کے لئے ہوتی ہر ایمانِ نئی
ورنہ کبھی اسلام پر دبا رہوتا

میں اپنا تخلص بھی تو کینی نہیں کرتا
اللہ! ترا نام جو غفٹا رہوتا

جان دی میں نے تو اپنا مجھے خواہاں سمجھا
ہائے سمجھا بھی تو کس وقت وہ ناداں سمجھا
آپ اپنے کو دغاؤں سے پشیاں سمجھا
مجھ کو اپنا نہ سمجھنا تھا مگر یاں سمجھا
چھوڑ دوں چاہ تو چھٹ جاؤں مصیبت مگر
سبے مشکل ہے یہ سبے جے یاں سمجھا
جان تو جان کے لیتا ہے میں جان گیا
وہی نادان ہے جس نے تجھے ناداں سمجھا
تجربے سے تو سمجھتا تھا تری ہاں کو نہیں
منفعل شوقِ نہیں کو بھی تریاں سمجھا
ادھر ہی ہے یہ نظر نیچی لگا ہی کسی؟
خود پشیمان ہوں کیونچ کو پشیاں سمجھا
میں نے جو کچھ تجھے سمجھا ہے وہ سمجھا تو نے
یہ تو سمجھا۔ مجھے کیا تو نے مری جاں سمجھا
وسعت آباد جاں تنگ ہے مجھ وحشی پر
اس بٹے گھر کو بھی دل نے منے نہیں سمجھا
ہم تو سب سوچ سمجھ کر تو سے دیوانے ہیں
دوست کس نے تجھے وہ دشمنِ ایماں سمجھا
کب کی چاہنے والے کی خبر لی تو نے
اپنی زلفوں کے سوکس کو پریشاں سمجھا

کوئی پوچھے مرے دل سے ترے بھولے کون ^{معانی} آپ ناداں ہے وہ جس نے تجھے ناداں سمجھا
 شوق میں ہو گئی آپ سے زینجا باہر دامن یار کو بھی اپنا گریباں سمجھا
 اب مری بات سمجھ میں نہیں آئی کیا خوب یاد؟ وہ وقت کہ ہر بات پہ جیٹاں سمجھا

ہم نے بھی حضرت غالب کی طرح کئے کفن

غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

ترے انداز ظالم کیا ہیں کچھ بولا نہیں جاتا
 ترا چہرہ برابر دُور سے دیکھنا نہیں جاتا
 وہ درود دل سے کہتے ہیں مری نرم تصور
 طبیعت اسکی مرضی اسکی دل کی خوشی اسکی
 ترے جو کہ ستم بھولے ہم اپنے درود و ستم بھولے
 محبت کے ہزاروں لطف کھوئے تو انی نے
 نہیں دیتے ہو دل اپن تو اب ہم کو تھیں جا بھو
 وہ کہتے ہیں کہ میرا چاہنے والا نہیں جیتا
 ذرا دل لینے والے بھی تو سوچیں گھا تو کی
 ہوا ہے ایک مدت میں اثر اتنا وہ کہتے یہ
 سمجھ جاتا ہوں لیکن مجھے سمجھایا نہیں جاتا
 جھجکتا کیوں ہے آنزدیک میں کھانیں جاتا
 اب اٹھتایا نہیں اٹھتا ہے جاتا یا نہیں جاتا
 جہاں جی چاہے جاتا ہے نہیں جاتا یا نہیں جاتا
 مگر ظالم یہ تیرا بھولنا بھولا نہیں جاتا
 تر پنے کے ہیں سب سامان مگر ٹپا نہیں جاتا
 کہ ہم سے بے دلی کے ساتھ تو چاہا نہیں جاتا
 میں کہتا ہوں کن ظالم وہ تو بچا نہیں جاتا
 کسی پر ابد اگر تو مراد ل آ نہیں جاتا
 کہ حسرت سے کسی کا دیکھنا دیکھا نہیں جاتا

ندامت سے نہیں ملتی ہے فرصت اٹھانے کی

غزل کیا خاک کی نفی شعر بھی لکھا نہیں جاتا

زمانہ میں اگر اک آدھ بھی تجھ ساجیس ہوتا
محبت کی انھیں ہے قدر گر اتنا یقین ہوتا
ہنسی ہوتی خوشی ہوتی جیوان ہوتا
یہاں تک طول حسن و عشق کا جھگڑا نہیں ہوتا
دماغ حسن نے دل کو کیا ہے خاک کا پیوند
جہن میں آنجن میں سیرگا ہوں نیگا نہیں
بہت مجبور اپنے دل سے ہوتے تھے تو دوتے تھے
وہ جب پہلو میں تھا تو دل میں لکھ لینے کا اراں تھا
سر تسلیم خم تھا ہم کچھ منہ سے نہ بولتے تھے
ہم اپنے دل ہی دل میں دو کلمہ دے لیتے
مگر دامن شک اپنا دارا زانا نہ تھا ورنہ
کرشمے ہیں یہ بار عشق و آب جن کے ورنہ
وہ مجھ سے شکوہ در دجلہ میں نہ کہتے
حکومت کس طرح سے کہتے ہیں عشق و عشق

کوئی عاشق ترا ظالم سوا میرے نہیں ہوتا
تو لاکھوں ظلم سہک رہی نہ ملنے دے گیں ہوتا
اگر تم میرے ہو جاتے تو پھر کیا کچھ نہیں ہوتا
اگر تم چاہتے تو فیصلہ اس کا دین ہوتا
وہ بالائے فلک ہوتا نہ زیر زمین ہوتا
وہ بے پردہ ستم آراء مرا ہوتا کہیں ہوتا
مگر افسوس ہے اب ہم سے اتنا بھی نہیں ہوتا
یہ حسرت ہے میرا دل لیش پہلو نہیں ہوتا
ادھر بھی وار تیرا وہ نگاہ شہر مگر نہیں ہوتا
نہ کوئی ہم خیال اپنا نہ کوئی ہم نشین ہوتا
گریباں کا گریباں استسین کی استسین ہوتا
نہ خم شبت فلک ہوتی نہ تر زین ہوتا
خلق ہم کو بھی ہوتا ہی مگر اتنا نہیں ہوتا
دکھاتے ہم بھی دنیا میں اگر ایسا کہیں ہوتا

مرا عشق کس تھا
نہ دل ہوتا "عاشق"

از بڑی آواز سے
کس کا تھا

نہ ہوتا اس طرح کینفی سرا یہ میرا گندہ

اگر کجبت کو کچھ بھی خیال کف نہ دین ہوتا

برق میں آہیں لکنا ہے تڑپنا اپنا دین اللہ کی یہ رنگ ہے اپنا اپنا

یاد آتے ہیں وہ بہرِ پُتری فرقت کے
 سبج خوانی کبھی مالا کبھی جینا اپنا
 جو بے س میں وہ پسے میں دے کہتے ہیں
 ہائے ایسا بھی تو کوئی نہیں سنا اپنا
 نہ سہی وہ نہ سہی دل بھی تو قابو میں نہیں
 کیا پر اے سے گلا جب نہیں اپنا اپنا
 دیکھتے ہم بھی میں بیچ اویچ مگر موچ کے آنکھ
 سب جسے کہتے ہیں ہونسا وہ ہونسا اپنا
 اس سے کچھ بڑھکے نہ نکلو تو چلو ہم ہائے
 تیرے عاشق بھی تو کچھ کم نہیں معشوقوں سے
 فقرے کس کس کے ذرا اور انھیں کھل جائے
 قد کسی روز قیامت سے بھی نینا اپنا
 سخت دشوار ہے ایسوں میں نینا اپنا
 رنگ لائیگا پھر اس بزم میں چننا اپنا

دیکھ سکتا ہے بھلا ساتی کوثر کیفی

چلچلاتی ہوئی اس دھوپ میں تینا اپنا

عہدِ پیری میں جو مل جاتے ہیں یا ان شباب
 یاد کس حسرت سے آجاتے ہیں سامانِ شباب
 جو سمائی وہ سمائی جی میں جو آیا کیا
 ہائے کیا دن تھے کہ ہم تھو اور غوانِ شباب
 سر میں سودا دل میں جن شاکھوں میں تسی بجے
 لبِ پشعرا عشقا نہ ہائے دورانِ شباب
 کوچہ گردی شبِ لوروی تازگی ساوارگی
 آشکارا جوشِ مستی عیشِ نہپانِ شباب
 قدردانِ حسنِ آنکھیں رتبہِ سنجِ عشقِ دل
 وہ جوانی کی انگلیں ات وہ ارمانِ شباب
 رہزنانِ جن سے تاراجِ دوہمِ عہدِ تسل
 قہرمانِ عشق سے مغلوبِ سلطانِ شباب
 اک خیالِ ضعفِ پیری یا یہ صد دردِ سر
 لاکھ دھیمی نہ اک خوابِ پریشانِ شباب

رنگ و بونے نوگل خنداں جوانی پرندار
 غنچہ و گل ہائے نگارنگ قربانِ شباب
 اب جگہ چھٹی نہیں کوئی جگہ چھٹی نہ تھی
 یہ ضعیفی کی ہے منت تھا وہ احسانِ شباب
 چھوٹ کر اس قید سے اک دن بچنا پڑا
 یاد رکھیں نوگزفتار ان زندانِ شباب
 اک دل وہ بھی تو اپنا تھا کہ ہم تھے نوجواں
 اک دل یہ بھی ہے اپنا اور اپنا شباب
 کیسے کیسے دوستوں کے داغ کفیی دل ہیں
 ہائے وہ ہم اور وہ جلسے وہ یارانِ شباب



بجلیاں کو ندی میں اڑے ہیں برسات کی رات
 اب کہاں جاتے ہو؟ رہ جاؤ وہیں رات کی رات
 چھیر میں پاس ادب، ناز و ستم، خرم و غم
 کس تکلف سے کئی پہلی ملاقات کی رات
 رات دن ہوتی تھی کیا کیا مری خاطر و آہ
 وہ تواضع کے پہرے دن زندرات کی رات
 بہمت، بذنبری، آنکھ چرانے کا گلہ
 سجت کیا چھڑ گئی تھی، شرح اشارات کی رات
 روز و شب، خلوت و جلوت میں ہم رہتے تھے
 اب ملاقات کا دن ہو نہ ملاقات کی رات
 لے نہ ہے طالع بیدار کہ ہم خواب ہو وہ
 میں تو اس رات کو سمجھا ہوں کہ رات کی رات
 دن نکلے ہی نکلنے لگیں آنکھیں نہ کھو
 تم نے کھائی تھی قسم سج کہو کہ رات کی رات
 باتوں باتوں میں شب وصل کہیں بھور
 آج کی رات نہیں حرف و حکایت کی رات
 زند، پی پی کے، گلے ملتے ہیں کیا ایک ایک
 عید کا دن ہے کہ ہوا اہل خرابات کی رات
 نہ اُجالے سے ہو مطلب نہ اندھیرے میں
 دن خرابات کا دن رات خرابات کی رات

لغاتِ کیفی
بے تری دید کے آفت میں ہو کیفی شہروز
دن قیامت کا ہر دن رات لمبائی کی آفت

ج

آنکھوں سے نکلتے ہیں مے سخت جگر آج
آتی ہے جو کل موت وہ آئے مے گھر آج
کچھ اس کی خبر ہے کہ نہیں کل کی خبر آج
پہنچے انھیں کس طرح مے دل کی خبر آج
پھرتی ہے نگاہوں میں تری صورتِ بیا
وامان شبِ بے سہر کا پیوند لگا ہے
کس کے گلِ نقشِ کفِ پاکی ہے یہ خوش بو
حسرتِ مری مجھ کو کیا زندہ بگوز آہ
مجبور ہوں میں اور تو مختار ہے مالک
سنتا ہوں غریبوں پہ یہ عامر اسکی نوازش
آباد بخشش ہر ادھر شانِ کریمی
غافلِ تجھے کل سامنے جانا ہر کسی کے
اک روز بھی وہ بزمِ تصور میں نہ ٹھہرا
ہو ختم شبِ دُعا تو پروا نہیں مجھ کو

گھر دھوئے کو بیٹھے ہیں مے دیدہ تر آج
ہو جائے وفا وعدہ فترا ترا گر آج
کس سوچ میں بیٹھا ہے جو کرنا ہر وہ کر آج
تاثیر ہے نالوں میں نہ آہوں میں اثر آج
آنکھوں کو مری لگتی ہے خود میری نظر آج
ہو گا نہ کبھی چاکِ گریبانِ سحر آج
جنت ہی ہر جگہ ہے مری راہ گزر آج
اس نے تو مرے قتل پہ باندھی ہو کر آج
کل جس سے میں ناام رہوں یا تو نہ کر آج
ہر اپنے وطن ہی میں مرا قصدِ سر آج
پھیلائے ہوئے ہوں میں ادھر امن تر آج
کچھ دل میں خدا کے لئے اللہ سے ڈر آج
ہم کہتے ہیں لاکھ، ٹھہر آج ٹھہر آج
جتنا ہو سوزِ ناتجھے او شخِ باسوز آج

لمعات کیفی
کیا جانے یہ کس شوخ سے درپردہ لڑی ہے
کیفی تری آنکھوں سے ٹپکتا ہے انج

و

تھے حسن و محبت کے مضامین اوق یاد
پانی دہن آبلہ دل میں صبر آیا
وہ صبح بھی کیا صبح تھی وہ شام بھی کیا شام
بھولے سے جو انجم پہ پڑی ہو گم یاس
بھولا ہوں نہ بھولوں گا میں انواع معصی
شرمندہ اسے کر کے پشیمان ہوا ہوں
وہ دن بھی عجب دن ہے کہ ذرات بھی بوجھتی
سب بھول گئے ارض و سموات کی سیریں
بے پردہ نہ ہو جائے کہیں یاد تمھاری
کیفی نہیں یہ کوئی قتل آعوذ یہ ہوگا
اخلاص کہاں ہو تو ہوا خلاص و قلع یاد

وہ جو بہتہ فناء ہے زبان شمع تربت پر
ہوی ہو وضع داری ختم اپنی شام قہر پر
کھلے گی جس کی رنگینی ہمایں چشم عبرت پر
علی الرغم زمانہ آج تک ہر ایک حالت پر

ہمارے قتل سے بھی رونق آئی زندگِ حشر پر
 ہمارے دل کی دیدنی ہے گرم بازار کی
 اڑائی دھجیاں دستِ جنوں اس سلیقے
 ہوئی ہونگدستی وجہ توبہ ورنہ ساقی
 تری بے داد کے خورِ دہ بسمل کو نہ کیوں
 کرا ما کا تبس کی نکتہ چینی سے سہیں کادڑ
 شبِ فرقت کی بزمِ آرائیاں کس بات میں کلام
 عدم ہو کر بھی آثارِ وجود چھوٹے چھپیں
 خلافِ انصاری، چھیر کر، کی بات سنا
 ترا عظیم کو اٹھنا، ترا تسلیم کو جھکنا
 عجب ہنگامہ ہی، ان کی غلط اندازِ نظر و کل
 مجھے ہونا پڑا منت پذیر طعن دشمن
 بخوفِ بیخودی کی مڑے توبہ تیرے حشر نے
 عدو کو دیکھ کر میری طرف وہ دیکھنا تیرا
 حینان جہاں سے رات دن رہتی ہم آغوشی
 خلوصِ یک لہ کا نام بھی لیتا نہیں کوئی
 رہنِ منت ساقی رہوں گلِ عمر بھر کیفی!

پڑے ہیں چاک کیا کیا چادرِ شہادت پر
 کہ پانی پھر گیا سرِ چشمہ مہر قیامت پر
 گمانِ میرے گریباں کا ہوا مانِ قیامت پر
 کھن افسوس ملنا، دال ہو تجریدِ رحمت پر
 گمانِ پنہ زخمِ جگر، صبحِ قیامت پر
 نہ آیا، حرف کوئی آج تک تحریرِ قیمت پر
 اگر ملنا ترا متوف ہے روزِ قیامت پر
 ہنسی آجاتی ہے اب بھی، گذشتہ عیشِ وقت پر
 مرنے لے جھاڑو پھیر دی گردِ کدو پ پر
 فریبِ لافِ دل جوئی قیامت ہو قیامت پر
 امیدیں ٹوٹ پڑتی ہیں شکستہ حشر پر
 لب زخمِ جگر کا دانت ہو شورِ طاعت پر
 کہیں آئخ آتشِ سیال کی لگے خوشتر پر
 ستم برہ ستم، تازہ قیامت ہو قیامت پر
 ہوتا کاش مجھ کو رشکِ تنا اپنی قیمت پر
 مدارِ اب دوستی کا رہ گیا صاحبِ سلامت پر

اگر مل جلے کوئی جام دستا فضیلت پر

چنی ہر تم نے کب افشاں حبیب دیتے باباں پر
یہ بسم اللہ کے اعداد میں سلوح قرآن پر
لگا یا ضبط نے عریک و ش لے پہاں پر
کہ زخم ناخن دشت بھی تکہ ہر گریاں پر
مے کلاک گہرا پش و در افشاں کے مقابل میں
ثبوت قطرہ دزدی ہو چکا ہوا برنیاں پر
کیمنوں کی جہانت سے عذر لازم نہ لیاں
کہ ہو جاتا ہے قبضہ امیر من کل بھی سلیمان پر
کریں کہ من سے ہم شکوہ نلاک کا حق بجا نہ
کہ ہوتی ہر نظر صیاد کی مرغ خوش کماں پر
سرس فرسودہ پائیں سودہ خاک دشت گند
بنا ہوا ایک عبرت زاسماں گور غریباں پر
ہنیں معلوم کس مکیش کی خاطر ہے تجھو یارب
کہ اٹھ اٹھ کر رستی میں گھٹائیں نرم زنداں پر
عروسان چین کی تازگی ہو دید کے قابل
بہار آئی ہے اک جو بن بڑیا ہو گلستاں پر
گرہ انیسویں ہے آج اس سلطان عادل کی
جو رکھتا ہوا نظر انصاف کی ہندو سلماں پر
الہی باتیرے غرو شان کا سایہ رہتے ماحشر
نظام الملک آصف جاہ محبوب علی خاں ^{غیر ملکان} ^{علاؤ الحق} پر
قیامت تک ہے سایہ خدا یا ظل سبحان کا
مہاراجہ اکشن پر شاہ چند و لالہ دریاں پر
وزیر و شاہ کا لطف و کرم ہر روز افزوں ہو
علمت امانت و نعت راجہ برے راہیاں پر
ریاست حیدر آباد دکن کی حشر تک یارب
ہے سرسبز چشمک ن فیضائیں غرضواں پر
دکن ہی آج کل ارباب علم و فن کا ماں ہے
لکھا ہوا خط نستعلیق سے گردن گرداں پر

خبر ہے آینوالے ہیں لہیر و ہلوی کیفی!

دکن کو فخر کرنا، زیب دیکھا ایسے مہمان

تسلط بعد مجنوں کے ہوا اپنا بیاباں پر
 اگر قبضہ تھے بسمل کا ہو جانا نمک دان پر
 یہ کس مہوش کی ایڑے ہلائی ہو بھول نہی
 نظر بازوں کا دھوکا اعتبار نام کیونچ
 سیدہ روئی عیاں ہو سرکشی سے یہ بالکل کی
 ہماری تیر و بختی کا نمونہ ہو گیا ظاہر
 مری آوارگی کی قدر، خیاط ازل کہ ہے
 پریشانی ہو میری باعث مجموعی خاطر
 گدا و شاہ معاً ایک ہیں لیکن ہر فرق آنا
 مال پائے مالی نے کیا ہو صاحب نسبت
 دم گریہ بنا چاک جگر، روانی کا پردہ
 ترے وحشی کی نظروں میں پیچھے کیا بچائی
 ہوئی ہیں ہڈیاں گل گل کے چوتیرے قیدی کی
 کرے کیا پنچہ و حشت، بڑا ہونا توانی کا

کہ پرچم بن کے دامن گیا خار و خیلان پر
 قرار پارہائے دل نہوتا، نوکِ مژگان پر
 کہ پٹی چاد و حجاب کی ہو جسم خندان پر
 کبھی قمری نظر آتی نہیں سرو چراغاں پر
 دھواں کب ہو فروغِ لمعہ شمع شبستان پر
 ہوا کیا خاک اثر؟ آنسو کا انگرے سوزاں پر
 کیا ہو رخت و حشت، قطع میرے جسمِ عریاں پر
 کہ رحم آتا ہو زلف یار کے حال پریشاں پر
 کوئی ہو شیرِ قالیں پر، کوئی شیرِ نیاں پر
 ہوا ہو بے نشانی کا گماں گورِ فریاں پر
 بڑا احسان ہو خورشید کا، اس شہنشاں پر
 چنے میں شیشہ آلات اس نے طاق نیاں پر
 سپیدی سی نظر آتی ہے اب دیوارِ زنداں پر
 کہ پاس وضع کا چھدار ہا آخر گریباں پر

غزل ہو۔ یا کوئی طوار ہو جس چپے ہو کینہ

گراں ہوتی ہو تطویل سخن، طبعِ سخنداں پر

کہیں پوشیدہ ہیں وہ عشق کی زیرنگیاں ہو کر
 کہیں ظاہر ہیں جلوئے حسن کی رنگینیاں ہو کر

عدو کی آفرید ازیوں کی قدر کرتا ہوں
 مری ہر دلعزیزی ہو مجھے ہو خوف آزادی
 یہی عالم رہا اگر سوز دل کی بے قراری کا
 مجھے حال نہ ہو کیونکہ وصل و لذت پہ بھڑک
 ہمارا دست و حشمت کیوں نہ ہو مراد نہ تار
 مری گستاخوں نے بے تکلف کر دیا ان کو
 وہاں وعدہ خلافی کی ہر کرتی ہیں تجویزیں
 تسلی بخش غمخواروں کے فقرے کام کیا دے گئے
 ترقی خواہ عمر و دولت و اقبال آصف ہیں
 مجھے منزل پہ پہنچایا میری نئی توانی نے
 ادا کس منہ سے ہو شکر اس ادا کا حاصل باز

نہ وہ کس بل رہا ہم میں وہ طاقت ہی کبھی
 نکلے ہو گئے مغلوب اتن آسان ہو کر

نکل رہا ہے پسینہ مرا۔ لہو ہو کر
 چھو اہوں خوب میں رخ ان کا کیا رنگین
 مرا۔ ہے عشق علیہ السلام پر احساں
 جنھیں زمانے سے ہونا ز شجر کوئی پر
 ہنک رہا ہے زمانے میں تیری بو ہو کر
 قرآن کو ہاتھ لگایا ہوں بے وضو ہو کر
 بڑھایا میں نے ہی نام ان کا کو کب ہو کر
 مقابلہ وہ کریں آج دو بدو ہو کر

عجب مزاحی، اگر میری وصل کی خوش
تھامے دل میں ہے میری آرزو ہو کر
جناب رویے حالت پر ایسے بکس کی
ملے، نہ دوست سے جو ہائے روبرو ہو کر

بنادیا ہیں بے دین کر دیا کافر
کسی کی شکل کے وہ شوخ ہو ہو ہو کر

تذکرے کرتے ہیں ڈال کے بگناؤں پر
راز کھل جائے نہ قاتل مرا بگناؤں پر
نہ زمانے کو سلیقہ نہ فلک کو ہے شعور
آتش عشق کے جلے میں عیاں ہو کہ نہاں
جلوہ حسن سے ہیں ہوش ٹھکانے کس کے
میرے ساتی نے بنایا ہے طلسم خمیر
مست کرتے ہیں ہوا لعفو کا جب شور بلند
جان اک آن میں دیتے ہیں پیش رخ شمع
جوگ ہو سوگ ہو یاروگ ہو میرے دل کا
قدر کر قدر کہ ہے قدر کے قاتل یہ گرو
ایک دن ہم کو کریں گے ہی سب میں رُخو
زیت تنگ بھی ہی جنگ بھی ہو تنگ بھی
دل شکستہ ترے کر لیتے ہیں نسبت پیدا

حاشیے چڑھتے ہیں کیا کیا مرے فساؤں پر
خون ہے خون ابھی تیغ کے دنداؤں پر
مہرباں کوئی تو ہوتا ترے دیواؤں پر
سوز دل شمع پہ موقوف نہ ہر داناؤں پر
کون برسا گنگا پتھر ترے دیواؤں پر
مختلف رنگ کے خط کھینچے ہیں پیمانوں پر
خانقاہوں کا گماں ہوتا ہے میخانوں پر
دل جلے کیوں جگر خستہ ہر داناؤں پر
زلفیں اسطرح سے بل کھائیں ہیں کون شاؤں پر
رشک ہو اہل خرد کو ترے دیواؤں پر
جن کو ڈھو ڈھو کے پھر کرتے ہیں ہم شاؤں پر
ہر طرح کی ہے مصیبت ترے دیواؤں پر
لوٹ پڑتے ہیں یہ ٹوٹے ہوئے پیمانوں پر

اتنی ملتی نہیں اک جا سے کہ ہم چھک جائیں
 یاد ہو گا وہ زمانہ کہ مجھے تھا جب شہس
 دل ہی بس میں ہے نہ دلدار عد تو میں عہد
 دیکھتے ہیں وہ کبھی دیکھنے والوں کی نظر
 آگیش یاد مجھے مدد بھری آنکھیں تیری
 دام دیتے ہیں کبھی مانگ بھی لیتے ہیں کبھی
 سنگ باری سے جو تھک تھک کے تنگ گئے ہیں
 شمع کی آگ پرانی ہے گرے کیوں ہیں
 پاکبازانِ محبت میں رقابت کیسی
 مسجدوں سے ہیں مطلبِ ثنواؤں کے عرض
 مرنے والے کبھی جوتے بھی ہیں ایسے پیدا
 کیا عجب ہے دل گم گشتہ لے ہاں ساقی
 تیری باہیں مری گردن میں ہی ہیں جو
 نظر اپنی ہے فقط تیرے کرم پر ساقی

ادن کے قدموں پہ تصدق ہوں لے کفیی

سب ولیوں نے قدم جن کے لئے شانوں

وہاں تو بزم میں دشمن چلے آتے ہیں دشمن
 یہاں فریاد پر فریاد ہے شیون کی شون

ستم کرتے ہیں اندازِ عیاںِ بختِ بہر
 کسی کو اس طرح عاشق بنا کر تھما کر کچھ
 سمجھ میں کچھ نہیں آتی مری ناگفتہ جالت
 جنوں کے جوشِ مینا بت گریباں نہیں سکتا
 تنہا اور پھر کسی تمنا ان کے آنے کی
 نظر بازوں کی کثرت خود تھیں چھپنا کچھ
 کوئی ہر دلِ غریزی سیکھ لے تصویر تیری
 ہوئی ہے طاقت پر وارسی وجہ گرفتاری
 زیارت کیا کہاں کچھ پھول کیسی فاتحہ خوانی
 ترے برعکس تیرا چاہنے والا سمجھتا ہے
 مجھے نہ نظر ہے حشر کے میلے کی تیاری
 محبت کی نظر سے جب انھیں ہم دیکھ لیتے ہیں
 جنوں کی دستکاری دیکھ کر جامے سے باہر
 تمنا بواہوس کی ہو رہی ہے جان دینے کی
 دلِ بیتاب کو تسکین دیتے جاؤ رہ کر
 دمِ خست وہ انکا ہاتھ رکھنا میرا من پر
 ہماری دوستی کی قدر ہے تو خود دشمن پر
 کبھی رونا ہوں ہنسے کبھی ہستا ہوں شمع پر
 مرا احسان تھا ہے ہمیشہ میری گردن پر
 برائے گی مگر کب؟ بعد مرنے میرے مرنے پر
 لگائے جائیں گے پردوں پر پردا اور حلین پر
 کہ پڑتی ہے نگاہِ لطف کیا نہشتِ غمین پر
 خبر کیا تھی کہ نکلیں گے نعل میں اپنے دشمن پر
 دکھیں گے پائے نازک خاکِ لویسہ مدفن پر
 مجھے پھر کیوں آئے پیار ایسے اپنے دشمن پر
 درِ اشکِ نہامت ٹاکتا ہوں اپنے دامن پر
 تو گھرائی ہوئی ان کی نظر پڑتی ہے دشمن پر
 کہ پیراہن کے بدلے زخمِ دامنِ دامن تن پر
 کچھ اس انداز سے آیا ہے کوئی اپنے مدفن پر
 کہیں سبقت نہ لیجائے مختار ہے چلبے پن پر

دہی کیفی دہی رستہ ہی آندھی ہو کہ بارش
 چلے آتے ہیں حضرت یکدم سے ایک ہی کون

پہلے تو مجھے خاک میں ملا کر جس سے جی چاہے پھر ملا کر
لکھا ہے جواب نامہ اس نے تقدیر کے خط میں خط ملا کر
ہوتا ہمیں لٹاٹ ، ہم کلامی صد شکر کہ نامہ بر ملا کر
غیروں سے ہمیشہ ملنے والے ہم سے بھی کبھی کبھی ، ملا کر
تم اپنی نہیں نہیں سے باز آؤ ! ہم ملتے ہیں ہاں میں ہاں ملا کر
آنکھوں کی لڑائی صلح جو ہے چھوڑے گی ، گریہ دل ملا کر
اُن وہ تیری آخری ملاقات کہنا ترا منہ سے منہ ملا کر
یہ ملنے نہ دیں گے بیچ والے اِن کو رکھنا ذرا ملا کر
بچھڑے ہوئے دو تونگو یارب اک بار دکھائے پھر ملا کر

کیفی میں نہیں ہے ضبط باقی
ساتی ! تو پلا دے کچھ ملا کر

کے

میں تہا بون رکھ زندہ مجھ اُس دن کی آفت سلامت حضرت واعظ ہیں یار قیامت
رہا ہی ناز مہر و عشق پر ہم کو بھی مدت کاٹ مگر لب پر نہیں آتا ہے اب نام محبت
مجھے کس شے سکایت ہو سمجھ میں کچھ نہیں آتا جدا ہیں اپنے مضمون سے مگر حرف کلمات
مجھے وہ دیکھنے آئیں خوشی سے میں تو اٹھ بیٹھوں مگر ڈر ہے نہ اٹھ جائے کہیں رسم عبادت
حجاب اتنا تو عاشق سے نکمہ بزمِ تصور میں وہ نکمہ ہی تری صورت کو تو بجلی کی صورت

قیامت کا اجارا کیا جو ملنا ہو تو اب ملے
 نہ ہو گا کوئی ہم سا بے ٹھکانہ خانہ آوارہ
 تری کس کس ادا لے داتاں پر چاں صد تو
 تم اپنا کل کا وعدہ آج ہم سے پورا کر دھو
 دفور شرم سے چھپتے ہیں زیر دامن نگاں
 گیا بچن ثاباب آیا مجھے بچا پنا کیا؟
 مجھے ارشاد ہو! میں نابزرداری کو حاضر
 ہماری خاکساری کیوں نہیں تی نگاہوں
 ہمارے بعد مٹی بھی نہ کر برباد غیر و نیکی
 الہی کثرت عصیاں سے میں اپنا نشان
 کشود کار کی تم سے توقع کون رکھے گا

گھٹا چھائی فلک پر دم گھٹا جاتا ہی کفیی کا
 سلامت میلکہ تیرا ہے ساتی قیامت تک

گ

اے دیدہ تر پارہ دل بخت جگر مانگ
 فریاد میں تاثیر نہ آہوں میں اثر مانگ
 قسمت میں گدا ئی ہے ادھر ادھر ادھر مانگ
 اللہ سے کچھ اور نہ جبر حسن نظر مانگ
 ہے مانگ ہی مقصد تو محبت حذر مانگ
 دودن کیلئے رہنے کو آئینہ سے گھر مانگ
 حیرت کے تماشے کی اگر سیر ہے منظور

خواہش نہ ہے دل میں سپید اور سیکی
لے مانگے والے یہ دُعا شام و سحر مانگ
اک دل کے لئے اتنی اداؤں کی ضرورت
جی چاہے تو ہم سے یوں نہیں شہدہ گریبانگ
بے ذوق نظر حسن کی کیا تدرہ موزا ہد
اللہ سے گرجو تو ہم سے بھی نظر مانگ
اب تو کبھی آئیں کو کبھی رہنے نہیں دیتی
اللہ سے غور راتنی چرخ می ہر تر سر مانگ
سراپنا تہیسی پہ لئے جاتے ہیں کیفی
بازارِ محبت میں وفا کی ہے مگر مانگ

یہ تھا گلشن میں کل شورِ عناد دل
اٹھا سکتا نہیں رنجِ عناد دل
ابھی تھا یا الہی کیا ہوا دل
مگر پہلو سے کوئی نے گیا دل
نشانی دے ہمیں اپنی انگوٹھی
تجھے دیتے ہیں ہم حسرتِ بھرا دل
تیمر سے ملی جس وقت نصرت
مرے قابو سے پھر جاتا رہا دل
خبر کیا آپ کو درجہِ بگری
مرا اللہ جانے یا مراد دل
مثلِ مشہور ہے دشمنِ بغل میں
مجھے بدنام کرتا ہے مراد دل
ترے جور و ستم پر بھی نہ ہجو
اے خطِ الم ہمارا بے وفاد دل
ہے یارب سلامتِ تاقیامت
نظامِ الملائک اصف جاہِ عادل

چلو کیفی حسنِ رباباتِ مغال میں
کہ مسجد سے بہت اگت گیا دل

نہ دے انسان کو پہلے خدا دل اگر دے بھی تو دے صبر شننا دل
 ہوا ہے خوگر سہو خطا دل بنا ہے نظم عفو خدا دل
 تھیں زیا ہیں نہ دیکھے کی باتیں نہیں ہے اپنا صورت آشنا دل
 گرانی ہائے سنگ جور معشوق اٹھا سکتا نہیں یارب مراد دل
 تدابیر خود اسد حافظ جنوں کے ہتکنڈوں میں آگیا دل
 نہیں دل سے عبارت مضمون گو جسے کہتے ہیں دل ہے دوسرا دل
 خیال ذوق آرایش کہاں ہے خدا شاہد ہے سب سے بھر گیا دل
 نثار خال ہندوئے بتاں جاں فدائے زلف یار عشا زار دل
 ثنا ور ہے جگر دریائے خوں میں مضاف غم میں جوات آزما دل

ترجمہ ضبط بس اب خاتمہ ہے
 ایک آہ نیم کش کارہ گیا دل

مر جا میں نہ رہے تم ایجا دکھا کے ہم کب تک جس غم دل نانا دکھا کے ہم
 سمجھے نہ اس شرابے بھتی نہیں ہے پاک خوش ہیں فریب عالم ایجا دکھا کے ہم
 ہر ایک کو کھلائیں گے ہم ان کے گالیاں ڈالیں گے ایسے کھانے کی بنیاد دکھا کے ہم
 محروم وصل تو نہ ہوں گمنام ہوں توں مشہور ہوں نہ تیشہ فرما دکھا کے ہم
 مجنوں کی طرح ایک ہی زبان میں پھنسے رہے ہنسلے نہ تازیانہ اُستاد دکھا کے ہم

زنگین بیان و اعظم معرور و رُس چکے
 مجبوریاں ہیں ورنہ کبھی چپ نہیں ہے
 ہستی کہاں ہے اتنی کہ توڑیں ہزار بار
 لے کاش جانے کہ ہے دھوکا یا دگی
 تاثر اور دانہ گندم کی کیا کہیں
 ہم تو تمھاری تیغ ادا کے قتل ہیں
 سائل کو یہ نعمت دیدار سے تو کر
 اب ایک چپ میں اپنی ہے سو قنیاں
 شکوہ ہو کیا وفا ہے ٹھوگیں در دل
 کس کو نصیب اس لب نازک کی گایا
 بھڑکے کریں گے اور دل نخت نخت کے
 تیلی قفس کی بند رہے یا کھلی رہے
 پھر ہم وہی گلی ہے وہی قصد تو یہ تھا
 ہمارا بھی سخت جاں ہوا ہے نہ کوئی ہو گرہ
 جیتے ہیں داغِ فرقت تساو کھا کے ہم

کیفی کہیں گے بادۂ اظہر کی کیفیت
 پلیٹیں جو دعوتِ عدم آباؤ کھا کے ہم

ن

آرزو ہے نہ تنہا ہے نہ اراں دل میں
اڑتی ہے خاک کدورت کے ویران دل میں
زلحف پر خنم میں دل آویز پریشانی ہے
عالم نزع ہے یا ترک تعلق کا خیال
کہہ رہا ہے کہ محبت نہ کریں گے اب سے
ایک زنجیر کے وابستہ میں آزاد وایر
کثرت یاس سے کم داغ غمنا ہوا
بے سبب بھی کوئی بے چین رہا کرتا ہے؟
امتحان آج ہے تیری قدر اندازی کا
اس سے انصاف تم ٹٹے محبت کی امید
واد جی کھول کے ہم جوش جنوں کی دیتے
دھونڈ لیں گے کوئی ہم موت کا حیلہ ظالم
اب تو ظالم بتری حسرت بھی ہو مہاں دل میں
میزبان دل میں رہا کوئی نہ مہماں دل میں
آپ آئے تھے مگر میرے پریشان دل میں
یاس امید سے، ہر موت مگر بیاں دل میں
یا الہی! کوئی بڑ بول ہو سپہاں دل میں
ہو عجب طرہ طلسمات کا زنداں دل میں
نظر آتا ہو چسپراغ تہ داماں دل میں
کچھ نہ کچھ ہوا شرکاوش مڑگاں دل میں
تیر سینے میں رہے تیر کا پیکاں دل میں
جس کی آنکھوں میں نرت ہوایاں دل میں
کاش ہوتا کوئی نسان بیاباں دل میں
ہونے دیں گے یہ کبھی تجھ کو پشیمان دل میں
مٹ گئے داغ مگر ان کے نشان باقی ہیں

یعنی آباد ہر اک شہر خموشاں دل میں

خدا کی یہ خدائی جو حسین اکثر نکلتے ہیں
نہراؤں منتوں پر گھر سے وہاں نکلتے ہیں
مگر کیفی! کہیں ایسے پری ہلکے نکلتے ہیں
بڑی مشکل سے اراں دل مضطر نکلتے ہیں

کہاں کی آہ کیسے اشک اب ہم ضبط کرتے ہیں
 ہمارے قتل کے سامان ہوتے ہیں ہاں کیا کیا
 وہ کہتے ہیں کہ تیری بات میرے دل میں چھٹی
 بہارتازہ آئی ہر بلانوشوں کا مجمع ہے
 مری حالت پڑتے ہیں جھپکا کر نہ بھینکتے
 نکل آئے ہیں ساقی اس طرف لا اور تھوڑی سی
 نہیں معلوم کیا کہ دل جلے کا دھیر ہو یا ز
 جلا یاد رہی ہے چھینٹے دے کر مجھ کو سا بیچ
 دکھائی کچھ نہیں دیا کہ اک دیوار حائل ہے
 جسے کہتے ہیں عاشق وہ نہیں ملتا ہر ڈھونڈے
 مرنے والے مرنے آئے ہیں میں کس کو فیضیات
 کہا میں نے سناؤں اجرا اپنا تو سہا یا
 یہ کیا حجت ہمارے ساقی زلیخا نک دنیا دو
 بلا میں چوٹے چھوٹے تیرے گیسو دہت کس
 ٹپکتے ہیں جو طے خون زخم رنگ طفلان کے
 غرور اور اس قدر پھر بچنے کے بلے والوں کے
 اترتی ہیں تارے اضطراب شوق کی یہاں

نکلتے دو اگر قبضے سے مجھ کو بر نکلتے ہیں
 کبھی تغین نکلتی ہیں کبھی خنجر نکلتے ہیں
 نکلتے ہیں زباں کے حرف یا شکر نکلتے ہیں
 تھی منجھانے سے جام ہو باغ نکلتے ہیں
 اب ایسے خشک مغزوں کے کچھ دہن نکلتے ہیں
 اگرچہ دام پہلے کے بھی کچھ ہم پر نکلتے ہیں
 کہ آتش پالے اب تک زیر خاک نکلتے ہیں
 تھارے آتش تیاں سے کیوں نکلتے ہیں
 بجائے اشک آنکھوں سے مری تھر نکلتے ہیں
 مری جاں چاہنے والے تو یوں اکثر نکلتے ہیں
 کہ وہ ان سے سوا اور ان سے توہم نکلتے ہیں
 گئے گزرنے سے ہے وقوف کے پھر دفن نکلتے ہیں
 خوشی سے مانگے یوں کہ ہم پر نکلتے ہیں
 بٹے ہو کر یہی کافر تو غارت گر نکلتے ہیں
 سمجھ کر نعل اٹھاتا ہوں مگر تھر نکلتے ہیں
 جواں ہوتے ہی کیا غریب کے کچھ پر نکلتے ہیں
 وہ عاشق بن کے دل تھامے ہوئے نکلتے ہیں

معائنہ کیفی
رہائی دام کامل سے ہماری ہو چکی کفنی
نکلے سے کہیں تقدیر کے چکر نکلے میں

تکلف کیا ہے میرے گھر کو اپنا گھر بنانے میں
رہائی پاکے ہم دم چھوڑتے ہیں قید خانے میں
پہیلی اک نئی ہوتی ہے تیرے ہر زمانے میں
نری مجذب کی بڑھ ہی سمجھو سن تو لو آخر
دیا ہر عشق جس کو، صبر بھی تھوڑا سا ہے اس کو
بنایا مجھ کو، بے صبر اس قدر کیوں کیا کہوں سچ
ہمیشہ کے لئے سائے میں گل کے سونگے پہل
عدو کا خرمن امید، کیوں جلتا نہیں باب

کہ تکلیف آپ کو ہوتی ہے ہر روز آنے جانے میں
ہے یہ بعد اپنے۔ یادگار اپنی زمانے میں
کہ اس کا بوجھنا بھی دیکھنے میں موزن کھانے میں
بہت سچی کم کی باتیں بھی میں یہ فسانے میں
آہی! ہر کئی کس چرکی؟ تیرے خزانے میں
ہیں ہے دخل نبیے کو خدا کے کارخانے میں
یہ کس کو ڈھونڈھتی ہے آتش گل آشیانے میں
جھلک برق بلما کی ہر کسی کے مکرانے میں

پُرانی صحبتوں کا حال سن کر دل بھرا گیا
ہیں پیدا کیا کیفی! خدا نے کس زمانے میں

مانتا ہوں کہ مجھے تاب نہ پڑا تو نہیں
کیوں خفا ہوتے ہو مجھ پر اپنی حضرت شیخ
آپ فرمائے! کچھ وجہ گرفتار ٹی دل
کون دیتا ہے، تسلی ہیں تنہائی میں
دل کسی کا، نہیں ملتا، نہیں ملتا ہم سے
دور ہی رہتے مگر یہ بھی گوارا تو نہیں
میں گنہ گار خدا کا ہوں تمہارا تو نہیں
ظاہر اکوئی قصور اس میں ہمارا تو نہیں
خلوت خاص میں وہ انجمن آرا تو نہیں
غیر کی ملک ہو، کچھ اپنا اجارا تو نہیں

دولت وصل ملے، یادِ رم داغِ فراق
 اکوِ خیم تری باتوں سے ہو کیوں تنگیس
 خالِ ہندو کو ترے کعبہٴ دل دیتا ہوں
 غیر سے آنکھ تری، دیدہ و دانستہ لڑی
 جس کو ہم سمجھے ہو ہے شبِ تاریکِ فراق
 کیا بگاڑے گا بگڑ کر فلکِ سفلی نواز
 تو ہی کچھ، رحمِ مرے حال پر کساتھ چھوڑ
 دیکھتے ہیں وہ کبھی مجھ کو، کبھی آئینہ
 دلِ محبت میں تڑپتا ہے، مگر کیا اتنا
 آفریں بہت پروانہ جساں بازیہ ہو
 اثرِ عشق سے، شاید کوئی مڑتا ہو گا
 رزق، ہر حیلے سے دیتا ہے خداوندِ کریم
 کس پُرسی کا تقاضا، خفقان کی جو صلاح

چھوڑ کر تجھ کو، کہاں جائے یہ کیفی ساقی

تیری بھٹی کے سوا کوئی سہارا تو نہیں

جگہ ہے بواہو سوں کی دلِ ستمگر میں
 خیر نہ تھی کہ ہے پوشیدہ آگِ پتھر میں
 نہیں ہر قطرہٴ موت کا ہمارے ساغر میں
 نہ ہے نصیب کہ گردش تو ہی مقدس میں

کبھی ہوئی ہے ہوشان انقلاب سے کم
دکھائی دے مجھے کس طرح سے نشیب و فراز
عجب نہیں ہے کہ بس جابے منفرت کا ڈنغ
چلا ہے مجھ پہ رقیبوں پہ کیوں نہیں چلتا
خوشی سے کرتے ہیں پردہ کہ شرم وضع رہا
تھماری چشم سخن گو تو مار ڈالے گی
ستم ظریف! محبت نما نظر سے نہ دیکھ!
یہاں سے کچھ عدم آباد دو بھی تو نہیں
و فور زہ نوازی حضرت خورشید
تمام عمر رہے آسماں چکر میں
نگاہ چھوڑ کر آیا ہوں روزِ در میں
کہ بوجے عطرِ دامت ہے دامن تیر میں
مرا ہو ہے کہ ہندی ہے پائے خنجر میں
ہم اپنے گھر سے ہیں باہر کہ عید ہے گھر میں
کہ خوب بول رہی ہے زبانِ خنجر میں
نہ یہ تھا کہ ”ہی مریم بھی تیر کے پر میں“
کہ مرنے والے پہنچتے ہیں کوئی دم بھر میں
بتا! سفر میں ہوں ”دہلی“ کے باہوں میں

یہاں تو پوچھنے والا نہیں کوئی کینی

خدا ہی پوچھنے والا ہے وہ بھی شرم میں

زینہ قسمت کہ میں نا خواستہ مہمانِ حشر ہوں
میں اک گم گشتہ حالت تھی لاشے کی محبت
حقیقت کیا ہے میری فی انی حقیقت ہے حقیقت
اگرچہ دور افتادہ ہوں لیکن اہل نسبت ہوں
شہیدِ خاطرِ ارمانِ خوش گشتہ کی تربت ہوں
محبت گاہ میں ہر روز وہ شہرِ بقیعِ حشر ہوں
الہی! بے خطا تقصیر و ابرش کر نعمت ہوں
مری قسمت کو حیرانی یہ ہے میں کس کی تربت
اگر سمجھو تو غرت ہوں نہ سمجھو تو مذلت ہوں
کہ دامن کی تے جھٹکی ہوئی گردِ کندہ ہوں
کہ میری خاک کہتی ہے کہ میں اگر کلفت ہوں
میں اپنے کام کی ساعت تھا راتِ صفت ہوں

مجھے ہر رنج میں لذت خوشی سے بڑھکے تھے مگر میں یا الہی! عین مقصود دستِ ہوں
میں اپنے آپ پر ہرگز تصرف کرنے میں سکتا کسی کی سامنے رکھی ہوئی گویا امانت میں

نہ میں مقدور والا ہوں میں مجبور ہوں کینی

خدا رکھے مجھے میں بھی خدا کی ایک طرف ہوں

بدنام ہوں ذلیل ہوں روتا ہوں خوار ہوں سب کچھ ہو نہیں۔ مگر ترا اُمیدوار ہوں
میں اور تیرا عشق یہ سچ کی نہ جھوٹ ہے تو خاکسار دوست ہی میں خاکسار ہوں
وعدہ خلافیوں کی شکایت تو اک طرف لو! آپ کی طرف سے بھی میں شرمسار ہوں
اے غیرتِ وجود! مٹا ہے مرادِ وجود کہتا ہے مجھ سا ناشدنی بار بار ہوں
او عشق! میں نے دل میں چھپائے ہیں تیرے غم تو میرا پردہ در میں ترا پردہ دار ہوں
سینے میں حضرت دل مرحوم دفن ہیں میں اک شکستہ حال نشانِ مزار ہوں
دنیا میں پاسِ خاطر دل سے سبک ہوا پھر آپ اپنی خاطر نازک پہ بار ہوں
یہ سینہ اور اُن کی قرہ کی خلشِ غلط ہے میں آپ اپنے آبدل میں خار ہوں

کینی کسی سے اپنی حقیقت میں کیا کہوں

اک تختہ مشقِ قدرت پروردگار ہوں

خلائقِ سبعِ نازک کہتے ہیں جمِ کام کہتے ہیں تمہارے چاہنے والوں کی ہم بدنام کہتے ہیں
نہ فکرِ عجزِ ہیبت نہ ذکرِ وصل میں لذت نہ ہنس کر صبح کہتے ہیں رو کر شام کہتے ہیں
نہ ہنسنے کا سلیقہ نہ ہونے کا طریقہ ہے غرض ہر کام بے اندیشہ انجام کہتے ہیں

نظر بازی کسی کی چشم قنار کچھ آسان
ہمارا گریہ بے سود کیا ہے جگہ نہائی ہے
یہ آنکھیں اور شوق دیدہ دل وصل کی آہ
ہمارا کام کیا ہم کیا ہمارا نام کیا ہم کیا
ترے لطف و کرم نے کر دیا گت نہ اس درجہ
ادھر اچانک احسان میں ادھر عیاق جھیناں
اثر فرما دیں کچھ ہے ناندوہ نہائی میں
بڑی تدبیر سے وحشی ہرن کو رام کرتے ہیں
کہ اپنا وقت صرف اعلیٰ خام کرتے ہیں
خیالات ایسے ایسے آپ کے ناکام کرتے ہیں
وہ اپنا کام کرتے ہیں ہمارا نام کرتے ہیں
کہ ہم اپنی خطا پر خواہش الزام کرتے ہیں
وہ اپنا کام کرتے ہیں ہم اپنا کام کرتے ہیں
تھیں ہم یا د بھی شاید بوائے نام کرتے ہیں

یہ سستی اور پھر یہ بت پرستی حضرت کس فی
بھلے مانس اسی پر عجبے سلام کرتے ہیں

قیامت کی کش ہر تری ٹوڑا آنکھوں میں
تہکنے کو گل داغ تجھ تل میں ہر آنچہ
کبھی فرصت جو ملتی ہو تو تیری بات نہ کہتا ہوں
ہوئی نذر جنوں جیٹ گریباں تیں اپنی
مے پیش نظر ہر بات دن اک شوق کا جلوہ
وہ آنکھوں آنکھوں میں کہنے کی باتیں کہہ گرتے ہیں
کوئی دیکھے تھلے دیکھنے والے کی کیفیت
ہزاروں آیات کے اچھی آنکھیں نہ دیکھتی ہیں
کچھ آتی ہے جان طالب دیدار آنکھوں میں
کھٹکنے کو ہر خار حسرت دیدار آنکھوں میں
فقط اب رہ گئے ہیں سیٹ کے آثار آنکھوں میں
لگا رکھے ہیں ہم نے آنسوؤں کے آثار آنکھوں میں
کہو آئے زندہ اب مری بیدار آنکھوں میں
کہاں سے آگئی ہے قوت گفتار آنکھوں میں
لبوں میں جوش ہو ملیں محبت پیار آنکھوں میں
مگر آنکھیں ہیں تیری بت عیار آنکھوں میں

ماکر آنکھ، دل لینا ہی بائیں ہاتھ کا کرب
سوا اس کے بھر میں ہنسا راز آنکھوں میں
ہم اپنا دل دیا کرتے ہیں اچھی آنکھ والوں
وہی خیر اچھی ہوتی ہے چچے جو چار آنکھوں میں
سمجھتے ہو جسے تم مردانہ مردانہ کہتے ہو
ہو اچھے جمع دور آتش خسار آنکھوں میں

اُسے ذلت کی پروا ہی نہ بدنامی کا ایشہ
اگر کیفی کی عزت ہی تری سرشار آنکھوں میں

ہماری طرح نا اہلوں کی کیوں ناتہ میں
خسکایت آپکی سُن سُن کے ہم ٹہرائے جاتے ہیں
کوئی مہا بلا کش آپ نے دنیا میں دیکھا
کہ کیسے سنگدل کو اپنے سینے سے لگاتے ہیں
غور و عشق بڑھتا ہی تری بے اعتنائی سے
کہ لوگ اک تیار خاص کہہ کر بتاتے ہیں
بگڑ کر ہم نے کب امید کی تجھ سے منانے کی
ادھر تو دیکھ ادا نفل ہم مسکراتے ہیں
یہ چلتے چلتے اڑ جانا یہ من کر بگڑانا
ترے انداز اب گستاخیاں ہم کو کھاتے ہیں
کہاں کا قول کیا اقرار کیا ہمدرد کیا
یہ سب کہنے کی باتیں ہیں آتے ہیں جاتے ہیں
ہو یا سچ جن جس کو وہ انسان کی انسانیت
وہی ہیں مرد جو کہتے ہیں نہ تو کھاتے ہیں
محبت کس کو کہتے ہیں محبت اک کسوٹی ہے
ہر اک کو چاہ کر ہم اپنے دل کو آزماتے ہیں

فریب عشق، اہل حسن پر چلتا ہی لوں کیفی

کہ پہلے اپنے معشوقوں کو ہم عاشق بناتے ہیں

میری چپ کھٹکی دل اغیار میں
بولتا ہوں کیا زبان خار میں
ہے دوائے درد دل بازار میں
کون جائے مجمع اغیار میں

یارِ دل میں ہم خیال یار میں اور ہیں رسوائیاں بازار میں
 دونوں شامل ہیں مے آزار میں فرق ہے پھر یار میں اغیار میں
 مر گئے ہم اک نگاہ یار میں کیا ملا تھا شربت دیدار میں
 اک ہوا تھی شوقِ سیرِ گل نہ تھا اب بہار آیا کرے گلزار میں
 ہائے ہم نے لطفِ صحبت کھو دیا جھٹوں میں بحث میں تکرار میں
 خضر کی بھی زندگی مشہور ہے ہم بھی جیتے ہیں سراق یار میں
 جس ہوائے غنچہ ہائے دل کھلیں وہ ہوا چلتی نہیں گلزار میں
 دم نکلتا ہے تو نکلے شوق سے جان جاتی ہے تو جائے پیار میں
 مسکرنے کا تو کیا کہنا، مگر یہ کوئی استرار ہے اقرار میں
 کیوں نہ رسوائی مری جھنڈے چڑھے اب سما سکتی نہیں بازار میں
 ہے وہی دل کی ایسیدیں بقرار کچھ نہ کچھ فی ہے ترے افکار میں
 اب کہاں جائیں قفس کو چھوڑ کر رہ چکے ہیں مدتوں گلزار میں
 نختِ دل سب باندھ کر رکھ لوں مگر دم نہیں ہے آنسوؤں کے تار میں
 دل ہمارے لیا اچھا کیسا شوخیاں کم تھیں نگاہ یار میں

آج تو کیفی کی صورت دیکھ لی

نام دیکھا تھا کسی اخبار میں



و

خدا شاہ نہیں اندیشہ سود و زیاں مجھ کو
 بنایا ہو مری غفلت نے جنس انکال مجھ کو
 مجھے غم ہو تو یہ غم ہو کہ نگلیں دے کیوں ہیں
 نہیں کھلتا الہی اس کے کیا مطلب ہے یاوں کا
 طبیعت دے تو ایسی کہ الہی جس میں خوش ہو
 ہجوم گل مری نصبت کا سماں کر چکا پورا
 ارادہ تو بہت کچھ تھا۔ مگر اب کیا کہوں تم سے
 یکا یک آزماتے وہ تو میرا حال کھٹل جاتا
 میں اس بے قدری عہد وفا کی قدر کرتا ہوں
 سفر کی لذت آئینہ آفتوں سے نصبت کی حجت
 مرے اصرار کے انکار کے۔ دو دنوں کو آئیں گے
 نئی سوچھی شریک بزم بھی کھاتویں لکھا
 وہ روٹھا ہو ذرا اس کو مناد حضرت ناصح
 کوئی گلچیں کے دامن میں کوئی جیٹا کے گلچیں

ترد و بیش و کم کا ہو نہ فکر ابن آں مجھ کو
 کرو خد مت کسی کی حوصلہ اتنا کہاں مجھ کو
 وگرنہ جتنا جی چاہے تالے آسمان مجھ کو
 سناتے ہیں مجھ سے سُن کے، میری تال مجھ کو
 اگر دل دے تو ایسا ہے جو کھٹے شادماں مجھ کو
 سلام، اب تیری جھک جھک کے شاخ آئینا مجھ کو
 منہ سے ہی نہیں بتیں مری بتیا بیاں مجھ کو
 ہوتی کاش پہلے اطلاع اتھاں مجھ کو
 کہو تم شوق سے ای ہر بان نامہاں مجھ کو
 وطن میں ڈھونڈتی پھرتی ہیں سوتاں مجھ کو
 اگر میری زباں تجھ کو ملے تیری باں مجھ کو
 بتایا، اعتبار اپنا بنا کر یا ساں مجھ کو
 بڑے سمجھانے والے اُس میں حضرتیاں مجھ کو
 بگلشن گل کو اس آیا نہ میرا آئیاں مجھ کو

نظام ہر سیکرے سے دوہوں نیل بگر کبھی

نہ بھولا ہے نہ بھولے گا میرا میری مغال مجھ کو

دوستی نہج جائے اُن سے ابتدا ایسی تو ہو
ابتدا ایسی نہ تو تو، انتہا ایسی تو ہو
ہم میں اور اُن میں محبت یا خدا ایسی تو ہو
جوئے وہ بول اٹھے ہر وفا ایسی تو ہو
رحم، اس بے رحم کو آجائے مجھ کو دیکھ کر
کچھ قصور ایسا تو ہو کوئی خطا ایسی تو ہو
وجد میں ہوں اہل نظر اہل مقل کو دُ
کچھ تڑپ کے کشتہ تیغ ادا ایسی تو ہو
تشنہ پھر جائے سکندر، آپ خود یارب ہیں
رہنمائی واہ خضر رہنما ایسی تو ہو
وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ اب ہم نہ چاہیں گے
جی پھر کر اٹھا ہمارا نجی خطا ایسی تو ہو
عرض مطلب پر یہ شوخی و تبسم دیکھنا
حاشی میں بذلہ سخی کی ادا ایسی تو ہو
باہمی تکرار یارب ہوتے ہوتے رہ نہ جائے
کچھ مزا آجائے آپس میں ذرا ایسی تو ہو
ہم درمیں ہجرِ ناحق مرتے مرنے پہنچ گئے
اب کے ایسا تو ہو کوئی دوا ایسی تو ہو
مُدعا و دونوں کا ہے معلوم دونوں کو مگر
گفتگو سے بھی ہو واضح۔ بر ملا ایسی تو ہو
دل کی دل میں گھٹ کے رہ جا تو پھر اکبات،
آہ لب تک بھی نہ گئے نارسا ایسی تو ہو
بخشنے والے کو، اپنی بخشنی بخش پر ہونا ز
یا اللہ العالمیں مجھ سے خطا ایسی تو ہو
تمکنت میں سادگی اغماز میں سنجیدگی
ناز میں انداز شوخی میں ادا ایسی تو ہو
کو کچھ قاتل میں مجھ کو گھیس کر لائی ہو
جیتے جی جنت میں پہنچاؤ قضا ایسی تو ہو

موجہاں اڑتی تھی کیفی اب ہاں اڑتی ہو

پھر وہ دن آئے زمانے کی ہوا ایسی تو ہو

فریبِ حسنِ دلائلِ عشق نے رسوا کیا مجھ کو
مرنے کا وقت اندیش دل نے کھوایا مجھ کو

فرشتو! سچ کہو اس کو ملے فردوس یا مجھ کو
کبھی میں یہ نہ پوچھو گا کہ تم نے کیا کہا مجھ کو
جناب خضر شامل جائے کوئی رہنما مجھ کو
عدو کو، گالیاں میں آپ نے تو کیا ملا مجھ کو
کہلوئے نہ یہ بے داد! تیری بے فاما مجھ کو
دیا سیدرود دل تجھ کو دل درو آشنا مجھ کو
سمجھ میں کچھ نہیں آتا الہی! کیا ہوا مجھ کو
قیامت ہو بھری محفل میں تیرا کھنا مجھ کو
اڑے خشکیوں میں کون جنگل کی ہوا مجھ کو
نہیں سمجھائیں اب تک آپ نے سمجھا کیا مجھ کو
مگر منظور ہو آئیں نہ عبرت نہ سامجھ کو
بھٹکار دیکھنے والوں میں میں دیکھنا مجھ کو

مرد و مشوق کی ہر قدر زاہد سے سوا مجھ کو
جہاں تک پہنچ سکے تم سے کہے جاؤ برا مجھ کو
مدد اے نا اُمیدی! آرزو ہے آب حویاں کی
بہت اترائے جاتے ہیں بڑا احسان خاتے ہیں
نہیں درجان جانے کا گر ڈر ہو تو یہ ڈر ہو
خدا کی دین ہو اس میں کسی کا کیا اجارہ،
نہ دشت ہو نہ سودا ہو یہ پھر آوارگی کیسی
لگاؤ کی نگاہیں تار لیں گے تارنے والے
پخت اور ضبط آہ و فریاد فغاں سے ہے
یہ بیدری یہ بے قدری یہ بے مہری یہ بیزاری
دل اپنا صاف کر کے توڑتا ہوں نگ الفت کے
محبت بڑھایا حوصلہ اتنا کہ کہتا ہوں

بہا ر آئی ہو کینفی اب کہیں رکتا ہوں پیسے
تجھے تھے جواب تک اب سمجھیں یا سامجھ کو

۵

ہو زندگی بخیر تو چھوڑیں گے مر کے سچ
بے داد گر کی جوڑی بے داد گر کے سچ

جیسی بھیجے بھائیں گے اس فن کے سچ
تو کر مقابلہ فلک کی سنہ وے کے سچ

شوخی نہ شرم - یہ بھی زالی ہو دل لگی
 دل چاہئے مرا تو یہ حاضر ہے لیجے!
 مجھ کو شفا ہو تم سے کوئی بدگمان نہ ہو
 وہ ہم سے اور ہم ہیں زمانے سے تجھ
 رونے کے ذکر پر ہمیں آتی ہو اب ہنسی
 جو لو تہمیں دولت دیدان پہ لوٹ ہو
 اس وقت بزم یار سے ہم کو بھی لے جا لیں
 یارب ظلم ہم سے تو دیکھانہ جائے گا
 یاد آگیا ہے صبح شب وصل کا سماں
 چھوڑا جب اُس نے ساتھ ہمارا تو ہم کو کیا
 تاثیر جذبِ دل میں تھی خوش سلیقگی
 میں دیکھ لوں گا ان کو جنہیں دیکھتا ہوں
 کچھ مانگنے کو میں نہ اٹھائے نہیں میں اتھ
 مجھ کو خبر نہیں مجھے کس کی تلاش ہے
 طوفانِ اشک نے نہ نکلنے دیا ہیں

تم ہم سے نہ چھپاتے ہو آرام کر کے ساتھ
 پڑتے ہیں لاکھ کام بشر کو بشر کے ساتھ
 بہر عیادت او مرے چارہ گر کے ساتھ
 کس بے خبر کی سیل ہو کس بے خبر کے ساتھ
 وہ بات چشمِ ترکی گئی چشمِ ترکے ساتھ
 لٹتا ہوں میں تو مفت تھادی نظر کے ساتھ
 پروانگی ملی ہے چپراغِ سحر کے ساتھ
 آنکھیں ہوں بند روزنِ دیوار کے ساتھ
 جاتی ہو جان، نالہ مرغِ سحر کے ساتھ
 اب ساتھ زید کے وہ ہے یا کبر کے ساتھ
 خطا دیکھتے ہی آگئے وہ نامہ بر کے ساتھ
 میری نظر بھی رہتی میری نظر کے ساتھ
 کہتا ہوں خیر باد دعا گو اثر کے ساتھ
 ہوں راہزن کے ساتھ کبھی راہبر کے ساتھ
 بیٹھا ہو گھر تو بیٹھے ہیں ہم اپنے گھر کے ساتھ

کیسی وہ رات بھر کے نشے ہو گئے ہرن
 دل اپنا کچھ گیا چپراغِ سحر کے ساتھ

چال خود بتلا رہی ہر چیخ کج رفتار کی
چشم تر تفسیر تجوی تھمتا الٹھار کی
جو نہ لے منت کسی کے سایہ دیوار کی
واہ کیا اچھی ہوں پابندیاں تفرار کی
چھڑ کر کھانے لگے ہم گالیاباں زار کی
کتنی ٹھنڈی چھانو تو قاتل تری تلوار کی
یاں تو بضیص چھٹ گئیں ظالم ترے بیمار کی
دھجیاں اڑنے لگیں پھر زخم دہن زار کی
داستان کس کس ناؤں اشتیاق یار کی
عقل کہتی ہے کہ اس کی آرزو بے کار کی
آبلوں کو جستجو ہے وادھی پر خار کی
طرح ڈالی جس نے یارب احسن کے بازار کی

وہ انگلیں مٹ گئیں وہ لو لے جاتے ہے

ہائے کینفی! کیا کہیں طاقت نہیں گفتار کی

ایکلی پھرتی ہر متیں دانتوں میں زباں میری
وہ آئیں میسے گھرا تخی بڑھی کھان میری

کی ہے کچھ تعلیق انداز خرام یار کی
روکش خلد بریں دیوار، بام یار کی
طالب جنت ہو وہ آوارہ یارب کس طرح
تم کھلے بندوں پھر واور ہم مقید ہی ہیں
فرط رسوائی میں یک گونا منزلے لگا
ہم صغیرانِ عدم سوتے ہیں کیا آرام سے
ہائے اب بھی پانوں سے ہندی نہیں چھٹی ہے
پنجرہ خشکے ماخن بڑھ گئے آئی بہا
گوش میں دیوار دور کوثرک سے منہ بند ہے
دل یکہتا ہے کہ ذکر العیش نصف العیش ہے
انقلاب ہر جاتا ہے کونانِ سیوس کے پاس
بخش دیتا ہوں میں کو اپنی آنکھوں کا ثواب

ہر اک سے مل کے ہستی ہر الگ طرزیان میری
کہاں ایسا مقدر باریابی ہو وہاں میری

زباں زدوشل غمقا ہو گئی ہر داتاں میری
 فقط اک شغل بیکاری ہر فریاد فغاں میری
 عدد کار در روشن تیرہ و تار یک ہو جائے
 جواب خط میں کلنی چڑی باتیں سن لکھیں
 زبان حال سے کہتا ہو گل گلچیں کے داتیں
 تو افسردہ ہوئے آتش گل پھونکے اس کو
 کوئی پرسان حال اپنا نہیں لکھیں خدار کے
 نے قسمت بگڑ کر بھی بن آتی ہے عجب صورت
 ہوں جاؤں کہیں آزاد دشمن کی ایسری سے
 در زنداں باہر کب ہوں اس ناقوانی پر
 ترقی ہوتی ہے جس وقت میں پہلو بدلتا ہوں
 میں وہ بے تاب ہوں مجھ کو کہیں پایا نہ بھلی نے
 کچھ اس نے یاد کر لی ہے کچھ اُس نے یاد کر لی ہے
 سوال بڑے لب کیوں وجہ تلخ کامی ہو
 وہی سنتا ہوں جب سنتا ہوں عاشق و عاشقہ
 الہی میری خاموشی میں دے مائتہ گویائی
 سنائی کچھ نہیں دیتا کسی کو ہے وہ ہنگامہ

کہاں پہنچائیں دشت لے ادا کر جیاں میری
 نہ مانا نہ مانے گا کبھی یہ آسماں میری
 زمانے میں ہوا باندھے جو آہوں کا جواں میری
 الہی آج تو گھٹی میں ہیں پانچوں گلگیاں میری
 کرے گا جستجو کیا کیا چمن میں باغباں میری
 بسر ہو جائے گی کچھ دن نہیں بے آشاں میری
 فقط اک کس مہر سی رہ گئی ہے قدراں میری
 شکست رنگ رخ سے عین یگانیاں میری
 الہی کٹ نہ جائیں اپنے دل میں بیڑیاں میری
 عجب کچھ وضع کی پابند ہیں چھائیاں میری
 بنی ہیں زرد بان مرد دل یہ پلایاں میری
 بہت کی جستجو گرد و نواح آشیماں میری
 ہوئی ہے جا بجا سے ٹکڑے ٹکڑے آسماں میری
 نہ اس قابل دہن میرا نہ اس قابل زباں میری
 مگر یاروں کو ازبر ہو گئی ہے آستان میری
 خوشامد کرتے کرتے تھک گئی تہ زباں میری
 نئے پہلو سے میرا پردہ کھتی ہے فغاں میری

لمعات کینی
فلے شاہد ساقی کروں گا شرم کینی

اگر مجھ کو لے سوا عرصہ رائیگاں میری

اگر نکلی غبار آمیز آہ آتشیں اپنی
سمجھ میں آگیا وحشت ہوئی جب ہم قریں اپنی
دہن سے پھول برساتی ہو آہ آتشیں اپنی
تصور غمش آتا ہے قیامت تو قیامت ہے
بڑے قتل میں آئے ہو ذرا سیدھے تو جواؤ
الہی جلد آنکھیں بند ہو جائیں تو اچھا ہو
تری خاطر سے غمخوں کی بھی طرداریاں کتنے
جنوں میں لٹ گئے ہم اتنے خالی ہاتھ بیٹھے
محبت کس طرح بنتی ہے آئندہ حلا معلوم
تھا راول بڑھانے کیلئے تعریف کرتے ہیں
عیاں ہو آنکھ کے پردوں شعلوں کی جھلکیاں
سرا آنکھوں پر چل دیتا ہوں کینی دھڑر زکو

سفارش کے لئے کینی یا کہیں کیا شرم آتی ہو

خطائیں نخواستیں گے کسی سے کچھ ہمیں اپنی

کس کے دل میں کھب گئی کی نظیر میں چم گئی
میرٹل سوئے خدا معلوم کس کو پہن گئی

ہنستے ہنستے ہاتھ اس نے اپنے منہ پر رکھ لیا
 لے گئی سارے حواس اب نقد جاں دہشت
 عرش تک آہ رسا کبیری بے لالچ گئی
 چشم بدور آپ کے ہاتھوں میں نہی رہ گئی
 بات اتنی سی تھی اسکی دھوم اتنی مچ گئی
 ہاتھ کیا آیا بگڑ کر بات کی بھی پہنچ گئی
 تیز و تند و تلخ و دیرینہ شراب آتیش
 میرے ساتی نے مجھے جتنی پلائی تپنچ گئی

اب تو موخانے میں کس نفی! ایک ٹالسا
 وہ جھبیلامی کشوں کا اور وہ کچھ پہنچ گئی

منظور ہوں نظارہ جس کو وہ آئے جھانکے
 بوسے ہزار لیں گے ہم سنگ آستان کے
 روزن ہیں میرے نزل میں دیوار لامکاں کے
 ہیں خاک چشم دشمن گل چشم پاسبان کے
 اب بھی یہ جوصلے ہیں دل خست کی فغاں کے
 نظارہ سوز آئیں ہیں چشم خون نشان کے
 چھتے ہیں حرف دل میں فرقت کی آستان کے
 قلب و جگر کے جھلے اور آئے زباں کے
 گردش نے روئی رکھی کاؤں آستان کے
 خود زوفا گان الفت کیا اونچ نیچ دیکھیں
 برباد ہی چسمن پر کس وقت جرم آیا
 روزن ہیں میرے نزل میں دیوار لامکاں کے
 ہیں خاک چشم دشمن گل چشم پاسبان کے
 مل جاتے ہیں زمیں سے طلبے آسمان کے
 شعلے جگر رہے ہیں کیا سوز نشان کے
 گویا کچھ ہوئے ہیں کٹنے مری زباں کے
 زینے بنے ہوئے ہیں کیا آہِ ناتواں کے
 ڈمکے بچے ہوئے ہیں کیا اوپر ہی فغاں کے
 دوسے ہیں یہ زمیں کتارے آستان کے
 اسی برق چار تنکے تھے میرے آستان کے

زخمِ جگر کی لذت کم ہونے تا قیامت
کیوں کر ہو غم گساری غمِ خوار کی آہی
وہ ہم کو یاد کرتے پھر ہم کو چیں آتا
پیوندِ خاک ہو کر تنگ زمیں نہوتے
ہوں دل اور آخر بانگِ جبرس کی مانند
ای دستِ شوقِ ناخن بے ہوش کی کیا ہر
حقِ نمک ہیں باقی ان کے لبِ ہاں کے
ظاہر ہی دردِ میرا جہرے سے رازاں کے
فقرے گھڑے ہوئے ہیں اپنے رازداں کے
کاش اپنی قبر ہوتی چکر میں آسماں کے
دیکھو تو فی الحقیقت ہیں ساتھ کارواں کے
محبِ کھنگی سے پرے ہیں آسماں کے

کیفی! جو میکدے میں رہنا ملام چاہو
یا کر رکھو مغاں کو یا ہو رہو مغاں کے

تھم تھم کے ٹپکتا ہے مرے دیدہ تر سے
شکوہ ہر ہیں اپنی محبت کی نظر سے
زخمی ہے جوں ناوکِ دل دُوزِ نظر سے
کچھ زور سے ہوتا ہونہ زاری نہ زور سے
تم غیر کو دیکھو جو محبت کی نظر سے
پھر زخمِ لگا دل پر مرنے زخمِ جہاں تھا
اشکوں کو تلاطمِ کہیں دل کو نہ ڈوبے
آئینے میں شکل اپنی نہ پہچان سکے
کیا دوں میں جاناں کو وہ یہ پوچھ نہیں
آتا ہو لہو دل میں جو رس کے جگر سے
منہ پھیر لیا اس نے جادو صدم تھے اُدھر سے
مرہم بھی لگاتا ہوں تو میں تیرے پر سے
دیکھوں کہ نہ دیکھوں تجھ جو حزن کی نظر سے
تڑپے کہ نہ تڑپے کوئی تر سے کہ نہ تر سے
مارا وہیں کافر نے اُستیٰ نظر سے
اللہ بچائے مری شستی کو بھنور سے
دیکھو گے اگر دیکھنے والوں کی نظر سے
راتوں کو کہاں جاتے چھپ چھپ کے ادھر سے

غیر دل کو محبت کی نگاہوں سے نہ دیکھو
جو دل پہ گزرتی ہو وہ میں کہہ نہیں سکتا
سوچو تو ذرا دیکھنے والا ہو تھکرا
ہیں جلوہ گرجوشِ رحمت میں گنہ گار
ای دستِ جنوں ہاتھ سے وقتِ میل چاکے
لے لوں گا میں اعطا! ترخی تارِ پانی
جب ہوگی قیامت تیسے کو چہی میں ہوگی
مارا بھی تو مارا مجھے اک تیسہ ہوا
دن رات تو فرصت کبھی ہوتی نہیں تم کو
پھر جائے گا پانی تے اعمال پہ زابڈا
بڑبول ہو تم کیا ہوں کچھ کہہ نہیں سکتا
کس منہ سے دُعا اصل کی انگوں میں شجر

تم آپ نہ گرجاؤ کہیں اپنی نظر سے
جس وقت گزرتا ہوں تری ہلکز سے
تم دیکھتے ہو کس کو تحارت کی نظر سے
پردہ درِ تو بہ کا بنا دامن تر سے
تو سیکھ لے یہ چاک گریبانِ سحر سے
اک تار بھی کم ہو جو مرے امن تر سے
فتنہ جو اٹھے گا وہ اٹھے گا ترے گھر سے
دیکھا بھی تو دیکھا غلط اندازِ نظر سے
ملنے کا جڑا وقت ہی کیا نام و سحر سے
قطرہ بھی جو ٹپکے گا مرے امن تر سے
اس وقت میں خاموش ہوں اللہ کے ڈر سے
مطلب بھی تو ملتا نہیں لفظِ اثر سے

دل پر ترے کیفی کے جُری چوٹ لگی ہے

سینکاس کو مے پر منھاں آتش تر سے

اور اس کی اب ہاں سے رائی محال ہے

یہ منتِ حلاوتِ حسنِ محال ہے

صورت اگر چہ روئے سخن کی سوال ہے

جلوہ ترا طیرِ سمِ خیال ہے

لب بند نہیں کہ بند زبانِ سوال ہے

ہم سے نبولے کوئی تو ہم کون جواب دیں؟

اچھا ہر یگاڑکے چھوٹا میں رشک سے خوش ہوں کہ اُن کو صرف مجھی سزا ہے
عاشق خود اپنے حسن طلب کا ہر فقیر تم سے سزا ہے کہ کسی سے سوال ہے
یہ انتظار وعدہ فردائے کھل گیا بے بہہ ان کی چال قیامت کی چال ہے
کہتا ہوں ”کچھ کہو“ تو وہ کہتے ہیں ”کیا کہوں“ عذر جواب یا رب بھی اس سوال ہے
شرمندہ دوا ہے ز منت کشش دُعا ناگفتہ بہ مریضِ محبت کا حال ہے
پاتا ہر دل سے کیا صلہ لذتِ خلش ہر خار گلستانِ محبت نہال ہے
مشکل وہ کونسی ہر چو آساں ہو سکی دشواریوں کا سہل نہونا محال ہے
مجبور ہوں دگر نہ دُعا بھی نہ مانگتا کیلئے محلِ بستمین سوال ہے

وہ خواب میں ملے تھی تو منہ ڈھانک کر ملے

کتنا دراز دامنِ گردِ ملال ہے

کسی پر جان جاتی کسی دل تصدق گئے وہ دن کہ ہم کہتے تھے بندہ بے تعلق ہے
بھلا کیا قبر میں جاؤ گائیں جا لے قاتل یہ تیرے ہی لئے ہو اور تجھ پر ہی تصدق ہے
سزا نہ پیروں کی تمنا نہ خواہش جو جنت کی تجھارے ہو چکے ہم کسی سے کیا تعلق ہے
کبھی جن کو کسی سے بات کرتے تھے غافل گنتی تھی خدا کی شان اب انکی زبان محو تعلق ہے

طریقِ عشق میں کہنی کہاں کی عاقبت بینی

امورِ مملکت میں حاجتِ غور و تعمق ہے

تھیں فرصت نہیں اب ہاں ہاں ایک تھی زمانہ ایک بھی تھا زمانہ ایک یہ بھی ہے

ماکر ذہن غم اپنا قصوں کی کتابوں میں
ہم ان سے کہتے ہیں دُشمنانہ ایک بھی ہے
ہو گیا ہم صغیرانِ چین کی خانہ بربادی
بھڑک لے آتش گل آشیانہ ایک بھی ہے
موت و معشوق کا روزانہ جلے ایک بھی تھا
ہمیں ہم میں فقط، بزمِ شادانہ ایک بھی ہے

انھیں بے حد شکایت ہے مری نازک نہ لہجہ کی

کہ فرماتے ہیں طرزِ عاشقانہ ایک بھی ہے

دستِ مال خانہ خرابیِ ظن میں ہے
صحرائے نق و نق مے چھوٹے گھر میں ہے
گنجائشِ کلام کہاں خیر و شر میں ہے
جب تم بشر میں ہو تو بھی کچھ بشر میں ہے
یوں تو دلیل و خوار ہر اک کی نظر میں ہے
بنے کی شانِ چشمِ حقیقتِ نگر میں ہے
کچھ رنگ انقلابِ تحاری نظر میں ہے
اب دل میں وہ غلش ہے نہ کاوشِ جگر میں ہے
کیا دیکھتا ہوں رات کو خیابِ بیک ہے
اک ہاتھ ہے گلے میں تھے اک کمر میں ہے
کس دل جلے کا ڈھیر ہے یارِ بتری ناہ
اس راکھ میں شر ہے جہنمِ شر میں ہے
کوشش ہے دامن پر پروانہ کی عبث
مصر و کیوں خطا طمعِ سحر میں ہے
کس طرح کچھ کہوں شبِ تارِ فراں سے
مشغول وہ تو بخیمہ چاکِ سحر میں ہے
بندہ بشر ہے عفو خطا کا ایسا دار
بے بس معاملاتِ قضا و قدر میں ہے
غنوار بن گئے ہیں چھڑکتے تھے جو نمک
کچھ ایسی پاشنی مئےِ جسمِ جگر میں ہے
کی ہم نے نصیحت بھی سلیقے سے دیکھ لو
تو بکی بھی شکن کوئی دامنِ تر میں ہے
دیوانہ پن مرا تے جلوے سے گم نہیں
یوں بھی تو ایک بھڑکتی رہ گزریں ہے

دنیا تمام سپ گئی دل تو نہیں پھرا؟ پہلے جو تھا وہی تو ہمارے نظیر ہے
 میں جانتا ہوں اب مری عزت آبرو میری نظیر ہے نہ تھاری نظیر ہے
 لڑتی تھی آنکھ اب نہیں ملتی نگاہ تک وہ بھی نظیر ہے مری یہ بھی نظیر ہے
 واعظ! یہ اپنی اپنی نگہ ہے کہ حوصلہ تیری نظیر ہے کچھ کچھ اپنی نظیر ہے
 پوچھو کلیم ہم سے جمال جو بلال یار نقیض نور و نار ہمارے نظیر ہے
 یہ جنگ زرگری مری آنکھوں کے کھینا دل میں ملاپ اور لڑائی نظیر ہے
 دل اک نگاہ ناز میں لیتے نہیں تو خیر کتنے کا مال ہے یہ تھاری نظیر ہے
 ارض و سما کو وقف نگاہ امید یاس دنیا کی نیچ اونچ ہمارے نظیر ہے

کینہی ہر سو بروں کا بڑا پھر بھی سچ کہو
 ایسا بھی کوئی شخص تھاری نظیر ہے

مجھ سخت جاں قاتل کیا کیا گزند پہنچے شل ہو گئے ہمیں بازوئیں درد مند پہنچے
 پہنچائے رنج تم نے جتنے عدو کی خاطر ہم کو بلا تامل اس کے دو چند پہنچے
 مرے بے کان جس کے کچھ کہہ کے بھڑکے ہو لے پندگو! ادھان کیا آواز پہنچے
 میرے سب کے یارب نقصان ہو کسی کا دشمن کو بھی نہ مجھ سے کوئی گزند پہنچے
 یادش بخیر جن کا یہ ذکر ہو رہا تھا! وہ خود پرست لے وہ خود پسند پہنچے
 تلخ تر کچھ دکھائے کہ دل شکستہ تا بام بار سیلاب! ٹوٹی کمند پہنچے
 اک ہم و ماں نہ پہنچے کہ قسمتی ہماری کم سخت سب قیامت بخت ارجند پہنچے

کیا تیز رو ہوا اپنی مسمر وں کا تو سن
 کب گرد کو بھی اُس کی کوئی سمند پہنچے
 دُنیا سے سب برابر نکلے مگر عدم میں
 خرد بعض پہنچے بعضے نرند پہنچے
 سینے میں جس کے دل ہوا اس کو کچھ خلش ہو
 اس درد کو کھائے وہ درد مند پہنچے
 دل سے لبوں تک اُسے نالے تو ہم یہ سمجھے
 عرش بلند سے بھی گز بھر بلند پہنچے
 در بازار اُن کا پھر اپنی باریابی
 کیا جانے کیا سمجھ کر ہم مستند پہنچے
 ہیں میرے دل کے ٹکڑے بھربائی کی ریتیں
 پہنچائے تم نے جتنے اتنے گزند پہنچے
 بیٹھے ہیں آج کیفی مسجد میں لیکے صبح

ایسے میں کاش کوئی زتار بند پہنچے

تسم لب پہ خنجر تھیں آنکھوں میں تھی ہے
 وہ محو ناز آئینے میں محو خود پرستی ہے
 لیے سچی نگہ وہ جان بھی لے کر تو مستی ہے
 سناٹا قیمتی ہوتی ہے جو تلوار دستی ہے
 محیط عرش و فرش اک حضرت انساکی ہستی ہے
 کوئی ایسی بلند ہے نہ کوئی ایسی پستی ہے
 ہزاروں نعمتوں کی ایک نعمت نندرتی ہے
 مگر آگے ترے ہمارے کیا اس کی ہستی ہے
 مدینہ جس کو کہتے ہیں وہ جان ملک ہستی ہے
 جہاں ہر بار ہر دم رحمت باری برستی ہے
 جسے تم چاہو آنے دو جسے چاہو آنے دو
 تمھارا گھر ہے میں کیوں لگا ہوں بندستی ہے
 پریشاؤں کا مسکن اور غلینوں کا ہوا من
 ترا کو چہ تو کیا اک خانہ برد و نوبستی ہے
 محسے ناکردنی اعمال ہیں ناقابل پریش
 آہی! میں ہوں کتنا آدمی کیا میری ہستی ہے
 ملا کر آنکھ دل لے لیتے ہیں وہ کھٹائی سے
 نگاہوں میں کسی عیار کی چالاک دستی ہے

خبر لیتے نہیں تم اپنے بیجا محبت کی
 متاع دل کی قیمت واجب جو ہودہ دودہ
 بچنے ناشک اب بکھوٹے مایوسی برتی ہے
 کہ اتنے میں یہ ہنگی اور اتنے میں یہ سستی ہے
 نشان اس کا سدا وڈیاں کھڈا کے پھکوا
 مزار عاشق ناشاد پر عبرت برتی ہے

جگہ کیفی اگر تیری جو چشم مت ساقی میں
 تو پھر کچھ ذوق مستی اور لطف می پرستی ہے

وہاں تو دل جیلانے کے لئے اغماز ہوتا ہے
 نہ وعدہ کیجے اب خدا را ہم سے ملنے کا
 یہاں اپنی وفا پر مجھ کو کیا کیا ناز ہوتا ہے
 گنہ گار اور پھر مجھ سا خدا کی نہیں کوئی
 مزاج اکثر اسی دن آپکا ناساز ہوتا ہے
 وہ عاصی ہوں کہ مجھ پر مغفرت کو ناز ہوتا ہے
 نہ مخفی بات رہتی ہے نہ افشا راز ہوتا ہے
 عجب کچھ گوگو ہے داستان عشق ہی یار ہے
 عجب انداز سے مطلب سلم انداز ہوتا ہے
 سمجھتے ہیں ہمیں کچھ آپ کی طرز عبارت کو
 نگہ ملتے ہی ہم سے مردہ دل بجلی اٹھتی ہے
 مگر جادو بھری آنکھوں میں بھی اعجاز ہوتا ہے

جناب حافظ شیراز کا پیر ہوں میں کیفی
 مرے شعروں میں کیف بادہ شیراز ہوتا ہے

خوش چشم حور و شمع بھی یہ وہ خوش نظر بھی ہے
 سُرخِ اشک زردی سُرخ کا علاج کیا
 آنکھوں میں سحر اور نظر میں اثر بھی ہے
 اُس کو تو پاس خاطر دردِ جگر بھی ہے
 دل ترک کر زوہ ہو آدہ کس طرح
 ذلت کے ساتھ ساتھ ہر غرت بھی عشق میں
 یہ عیب کا ہر عیب ہنر کا ہنر بھی ہے

غزل نشین کوئے ملامت سے ہر طرح آسائش وطن بھی ہے لطف سفر بھی ہے

کیفنی بکلا رہا ہے انھیں تو جو اپنے گھر

اے خانماں خراب کہیں تیرا گھر بھی ہے

فکر معاد ہے نہ تلاش معاش ہے کھویا گیا ہوں میں مجھے اپنی تلاش ہے

تصویر میں ادا ہے ادا بھی نظر فریب میں جانتا ہوں یہ بھی انھیں کی تلاش ہے

مجھ کو ہے یہ خیال کہ میں ہوں بالوش وہ یہ سمجھتے ہیں مے کشتے کی تلاش ہے

بزمِ عدو میں وہ مری چپے ہیں بے قرار یہ آہ بے صدا بھی عجب دل خراش ہے

اللہ رے ہجومِ تمنا کی آفتیں دُل پارہ پارہ اور جگر پاش پاش ہے

کھل کھیلتی ہے میری محبت بھری نگاں اب اک ذرا سی آن میں سب از فاش ہے

کیفنی کے حال سے ابھی اتھ کھاں آپ

ہم خوب جانتے ہیں بڑا بد معاش ہے

لب پہ تعریف تیری آئی ہے مجھ پر شیدا مری گویائی ہے

دستِ گستاخ ہوا در فہاش وہ جو گڑھے میں تو بن آئی ہے

ہوتی ہو دل کی تڑپ سن گئیں بے قراری میں کیسبائی ہے

وہ مرے دل سے نکلتا ہی ہے لوگ کہتے ہیں کہ ہرجائی ہے

ہر جگہ ہیں ترے جلوے روشن پھر یہ بیکٹائی کی بیکٹائی ہے

سانے سے نہ ہٹے یہ تصویر جب تک اس آنکھ میں مینائی ہے

ہو کامیدان بھی اللہ اللہ نہ تماشائے تماشائی ہے
 دیکھ اونچی نگاہوں والے آنکھ کس سے تری تری ہے
 پھر وہی دن میں ہی راتیں ہیں پھر وہی عالم تنہائی ہے
 تیری شاق میں مری نکھیں دل مار تیرا تمنائی ہے
 دے حیات ابدی گشتوں کو یہ بھی اک طرہ مسخائی ہے
 اس جگہ کوئی نہ آنے پائے پاس میرے مری تنہائی ہے

طمانح لے جسد ذرا سی کیفیت

تا کہ میں گیند میں سنائی ہے

اپنے سائے سے جھمکتے تھے جو پہلے پہلے ساتھ غروں کے وہاں تھے ہیں اہلے گہلے
 آپ کی راہ میں کب تک کوئی بے چین ہے سانس آخر مرے سینے میں کہان تک ٹہلے
 جی کڑا کر کے رکھو صحن گلابت ماں میں قدم دل نہ غنچوں کے چٹخنے کی صدا سے دہلے
 دم نکلتا ہے کہیں ہم سے گراں خانوں کا روز ہوئے ہیں مینی پاک قضا کے دہلے
 دل ناعاقبت اندیش کی خاطر کب تک ہم وہاں ایسے نہ جائیں گے جہاں جی بہلے
 اب انھیں زعم اگر مہر و وفا کا ہے تو ہم کو کیا اس سے کوئی اپنی جگہ کچھ کہہ لے
 یہ ہیں اس کو چہ کے آداب نشست و برخاست

رات بھر ٹپ ہے دروازہ پہ دن بھر ٹپلے

ترک الفت کا ارادہ قصد روپوشی بھی ہے اور پھر دل میں تنہائے ہم آغوشی بھی ہے

خود فروشی ہی نہیں یہ خود فراموشی بھی ہے
 آپ کی باتوں میں گویا لطف خاموشی بھی ہے
 کان میں اک بات سن لو تاکہ دشمن بادلیں
 فاش گوئی بھی ہو یہ کہنے کو سرگوشی بھی ہے
 شیخ صاحب پی بھی لو اک بار کہہ کر یا غفور
 زہد کا ہو زہد می نوشی کی فنی شنی بھی ہے
 غیر کی خاطر سے ٹھیری ہو مری گردن زنی
 یہ گراں جانی بھی ہو یارب سکندری بھی ہے
 قلت و کثرت ہو کفنی بات اپنے ہاتھ کی

موشا ط افزا بھی ہو دائے بے ہوشی بھی ہے

کیسی برہمی جب سامنے پیمانہ آتا ہے
 ترے لب تک گر پیمانہ گستاخانہ آتا ہے
 نزاکت کا بُرا ہو وہ سنور نے بھی نہیں پاتے
 بڑی شکل سے زلف غبر تک شانہ آتا ہے
 خوشامد اور پھر اتنی خوشامد اس گری
 تجھے کچھ بھی خیال ہے بہت مروانہ آتا ہے
 نہ پوچھو تم اد کیا ہو شرارت کو کہتے ہیں
 سکھانے کے ہیں انداز عشوقانہ آتا ہے
 رخ روشن کھٹا راز دنگی بخش دو عالم ہے
 سمندر بن کے رہ جاتا ہو جو پروانہ آتا ہے
 تباہی دم بدم معمورہ عالم کی بڑھتی ہے
 کہ میری پیشوائی کے لئے ویرانہ آتا ہے
 خدا جانے یہ کس خاک مقدس سے بنا ہو گا
 کہ ہاتھوں ہاتھ بزم یار میں پیمانہ آتا ہے
 نثر اب آتشیں نے چھوٹا لاتن بدن کفنی

نظر اپنا سراپا مجھ کو آتش خانہ آتا ہے

وہ خبا بے سبب نہ ہو جائے
 کہیں ایسا غضب نہ ہو جائے
 بے تکلف تو کر دیا تم نے
 اب یہ دل بے باب نہ ہو جائے

نہ کھلے میسرانہ اعمال صبح محشر کی شب نہ ہو جائے
 ہچکیوں پر ہوش نہ دیدار ختم یہ جاں بلب نہ ہو جائے
 گاہے گاہے بھی تم پیانہ کرو زقہ زقہ طلب نہ ہو جائے
 نامہ بر اپنا اس کی محفل میں مدعی کوئی جب نہ ہو جائے
 عشق پیشہ تو ہم ہوئے کیسے!

یہ بھی اُن کا لقب نہ ہو جائے

نصیب میں اپنے خدا جانے کیا ہے عدد و اسماء ہے زمانہ خفا ہے
 مرے مردم دید گریاں ہیں شاید دیار محبت کا پانی لگا ہے
 جسے دیکھے چشم تراہ بر لب عجب کوئے الفت کی آب دہوا ہے
 مرادل بھی خوگر ہے رنج و بلا کا انیس بھی لڑکپن سے شوق جفا ہے
 تجھے کیا خبر بھولے بندے خدا کے مرے دل کی حالت خدا جانتا ہے
 شب وصل کی چھڑ پران کا کہنا ذرا ہوش کی لوتھیں کیا ہوا ہے
 یہ کہنے کی باتیں ہیں ہنسنے دہن بس مجھے بھی خبر ہے عدد و پار سا ہے
 تماشا مر ہی آہ و گریہ کا دیکھو برتا ہے مینہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ہے
 خلک تجھ کو اللہ شرائے ظالم غم و رنج کی بھی کوئی انتہا ہے
 صبا میکش تھا نوئی سے یہ کہنا کہ میخانہ مدت سے خالی پڑا ہے

ہیں کیا عرض دین دینا کیسے

یہاں بھی خدا ہے وہاں بھی خدا ہے

یہی ہے رنج بھی دکھ درد بھی مصیبت بھی
ہماری رائے میں خواہش کا نام کاہش ہے
برائی کو نسی دنیا میں ہے جو ہم نے کی
جس آئینہ پہ ہماری نگاہ پڑتی ہے
ہر آئینہ میں تمہیں پر نگاہ پڑتی ہے
خیال میں ہر مثال اور خواب میں کمال
ہزار جان سے ہوں میں خواب پر وراں
ہمارے گریہ بے سود ہے کیا حاصل
بڑی جناب ہے زندان پاک طینت کی
ہم اور دولت دیدار اس پہ وعدہ صل
جناب شیخ کی باتیں بہ کی باتیں میں
خدا نے دی ہے تجھے آنکھ وہ تجھے دیکھے
دکھائی دیتے ہیں جلوے ہزار پردوں میں
جھائے یار سے بھی ہو گئی ہے یا نوسی
ہماری آنکھ سے ہے قدر حسن والو کی
نکل کے چاہ سے یوسف عزیز روضہ

اسی کو پیار سے کہتے ہیں ہم محبت بھی
جو یہ نہ ہو تو ہوا آدمی پہ آفت بھی
پھر ایسے پاک کہ ہوتی نہیں ملامت بھی
اس آئینہ کی نہیں دیکھتے وہ صوت بھی
مجھے نظر نہیں آتی ہے اپنی صورت بھی
عجیب رنگ بدلتی ہو تیری صورت بھی
خفا بھی ہوتے ہیں پھر دیکھتے ہیں صورت بھی
کہیں ڈھلی ہے سیاہی شامِ وقت بھی
ادب سے دور کھڑی رہتی ہے اداوت بھی
لڑی ہے آنکھ کے ساتھ آج اپنی قسمت بھی
بڑے بزرگ ہیں سب جانتے ہیں حضرت بھی
خدا کے بندوں میں ہوتی ہوا صحت بھی
کہیں چھپانے چھپتی ہے چھپی صورت بھی
انہیں ہے ابلہ دل میں خارِ حسرت بھی
ہمارے نام سے اب کہتی ہو محبت بھی
لگی ٹھکانے سے برشتگی قسمت بھی

کسی کا سر ترے قدموں تک انہیں سکتا
لی مجھی کو نصیبوں سے ایسی قسمت بھی

یہ ہونہ ہو دہی کیفی ہو زند شاہد باز

شنا ہے نام بھی، دیکھی کہیں ہے صورت بھی

گل ہے بلبل شمع سے پروانہ ہم آغوش ہے
رجم اس بکس پہ کر جو بے ترے خاموش ہے
وصل میں عاشق ادھر مشوق ادھر خاموش ہے
لئے اک تصویر سے تصویر ہم آغوش ہے
آئے کہنے پر تو پھر کہنا کہ کیا کہتا تھا میں
یہ زباں جس وقت تک خاموش ہو خاموش ہے
مہر و قہر آمیز ہے پیما چشم نگاہ
نیش سمجھو نیش ہر نہ نوش سمجھو نوش ہے
وہ گلے ملنے کے ارماں ملگے رنجاک میں
اب تو انگڑائی کی خاطر دلاشہ آغوش ہے
لب تک آکر لپٹ جاتے ہیں شکوے وصل میں
دل سلامت ہو تو داغ بکسی کی کیا کمی
کوئی پروں پر تصدق کوئی حور وں پرتار
ہم ادھر ہیں دم بخود اُنسے ادھر چپا ولی
بعد مرنے کے مری مٹی ٹھکانے کب لگی
میں کہاں ہوں کیوں جھکتا ہے ذرا غور کر
ہر خوشی کرتی ہے مجھ سے ہر طرح پہلو تہی
گالیاں دیکر ٹھکے منہ دیکھو لے کر آئینہ
جان دینے پر تلے ہیں چلنے والے ترے
کس قیامت کی بناوٹ سی کوئی خاموش ہے
دشمن زیرِ عنبر سی رونق آغوش ہے
اپنی اپنی ہے طبیعت اپنا اپنا جوش ہے
بیچ میں اب کون بولے شمع بھی خاموش ہے
خاک میری تو تیاے چشمِ عربت کو شے
وہ بھی تو ہے فتنہ گر تو جس سے ہم آغوش ہے
ہر بلا میرے لئے کھولے ہوئے آغوش ہے
بولتی تصویر کس انداز سے خاموش ہے
کس غضب کا ولولہ ہے کس بلا کا جوش ہے

غفوان شوق میں دل جلتے جلتے سمجھ گیا شمع بزم عیش پہلی شام سے خاموش ہے
 چشمِ میگوں دیکھنے والوں کی کیا لگی خبر مست آخرت ہر دہوش بھر دہوش ہے
 دیکھ اونا قدر واں دیکھ اس طرف نہ دیکھ کس تمنا سے کوئی کھولے ہوئے آغوش ہے
 انگشتی ہے دل عجب انداز سے تصویر یاہ دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ خاموش ہے
 بے خیال یا رکے لی ہم نے کب وٹ کوئی اپنا ہم آغوش جو تھا اپنا ہم آغوش ہے
 اپنے زخمِ دل سے یوں پیوست ہو غاریا اک لب خاموش پر گویا لب خاموش ہے
 آئینا الہے مرے بزمِ تصور میں کوئی جانیوالا شہوانی کے لئے لب ہوش ہے

خیر ہے کیفی یہ کیسی بندھ گئی ٹکٹ کی
 کچھ تو کہہ کیا فکر ہے کس سوچ میں خاموش ہے

پھر بہار آئی نہیں میں پھر جنوں کا جوش ہے رخت ہستی ترے وحشی کو بال و دوش ہے
 وہ انگلیں ہیں نہ وہ دل ہر ناب وہ جوش ہے حُسنِ باہر چشم ہے نغمہ و بال گوش ہے
 بات کرنے کی کہاں فرصت ہجوم آہیں کثرتِ شور و فغاں مہر لب خاموش ہے
 کوئی آتا ہے نہ جاتا ہے ترے سبک کے پاس آنے والی ہے غشی یا جانے والا ہوش ہے
 میں کہوں تو کیا کہوں اب کہے تو کیا کہے دیکھ دل خاموش میں لیکے دل خاموش ہے
 دل ادھر لہتی ادھر کھتی یہ تیری خیمِ مست جس قدر بشار ہے یہ اُس قدر بیہوش ہے
 اس طرف دلیر حکمران اس طرف رہتا ہی ہاتھ اپنی ہر کر وٹ میں اک معشوق ہم آغوش ہے
 آنکھیں پھرائی ہیں یاد دہتے چٹھے ٹکٹ کی داغ دل افسردہ ہیں یا آتش خاموش ہے

زندے سبیل پیش آتا ہے ناحق محسب
صاف ہو تو صاف دے یاد دہی تو درد کو
ہے تری چشم سخن کو عین عاشق کی مراد
ایک ہو عاشق کی تیرے ابتدا و انتہا
لے دغور شاہ دمانی یہ سمجھ لینے تو دے
اب سمجھ لو تم مگر اتنا پتہ دیتا ہوں میں
ہوش نہ دیا یا ہی کیوں بیہوش تو بیہوش ہے
میرے ساتی ہم بلا نوش کو کبھی نوش ہے
بوسہ گاہ آرزو تیرا لب خاموش ہے
ہوش جن دن سے بنبھالا آج تک بیہوش ہے
کیا ہمیں میں جس نے ہم نرم ہم آغوش ہے
نخم دامن داریں اک آرزو پوش ہے

تار ان کا ٹوٹنے پائے نہ کیفی خستہ

دامن اشک نہ دست جسم عصیاں پوش ہے

یکس نے لی تھی قسم اے بہانہ جو ہم سے
دروغ صلحت آمیز گفتگو ہم سے
ہے جو مل کے دل ناشکیب تو ہم سے
کم آبرو ہے زمانہ میں گر عدد ہم سے
پرانے عشق کے قصے ذرا سنو تو کبھی
وہ دور جام کہ اب تک ترستی ہیں نکھیں
وہ پاک نوشی جام و صراحی صاف
صفائی آئینہ و جام کی وہ کیفیت
وہ جوش ہے وہ تیرا اور جہ و دستار
جدا کبھی نہ ہوں ہم تجھ سے اور تو ہم سے
ہمیں سے لیکھ کے کیوں بہانہ جو ہم سے
ہماری طرح کریں وہ بھی آرزو ہم سے
تو اس غریب کو دے لیکھ آبرو ہم سے
وہ نائے نوش وہ ہرق وہ ماہو ہم سے
زمانہ تھا کہ بنگلیک بخت سبو ہم سے
نہ بات کی کبھی ساتی نے بے صبر ہم سے
کہ سیکڑوں میں قح خوار ہو ہو ہم سے
کہ یاد گار ہے تفسیر و اشعار جو ہم سے

کبھی خیال معاصی جو دور لے جاتا
کسی سے پوچھتے ہم شہِ خمارِ شراب
اٹھا ہوا تھا سرِ ردہِ جلال و محال
وہ بزمِ زہرہ جنیان آسمانِ ترسہ
کسی سے وصل کا وعدہ کسی سے شکوہ ہجر
عجب سماں تھا عجب لطیف تھا عجب عالم
نہ جام ہے نہ صراحی نہ خم نہ پیما نہ
کمی اشک کی آنکھوں نے دی خبرِ بزم
پتہ ترانہ ملے جب بسطِ عالم میں
ہماری آنکھوں میں بے مروتی اسکی
تمہارے حسن نے سب کچھ سکھا دیا ہم کو

حسن و عشق میں کیفی ہماری کیا عزت

ہزاروں پھرتے ہیں عالم میں کو کیو ہم سے

جو دردِ لادوا - جو مرضِ لاعلاج ہے
و حشت نہ یہ جنون نہ یہ خستِ علاج ہے
دل کس قدر غنی ہے تمہارے فقیہ کا
انصاف کی تو بات یہی ہے کہ چپ نہیں

وہ میرا دل ہے اور وہ میرا مزاج ہے
اک درد ہے کہ درد ہی اس کا علاج ہے
محتاج ہو گیا بھی تو بے احتیاج ہے
تجھ سے گلہ جو کرتے ہیں ہم یہ رواج ہے

سوچو تو اور بھی کوئی نازک مزاج ہے
 کل کل اور صر ہے اور ادھر صر آج ہے
 جب احتیاج تھی نہ کچھ اب احتیاج ہے
 خود ہو کے مانگنا۔ یہ کہاں کا رواج ہے
 یہ آپ کا مزاج بھی کوئی مزاج ہے
 جب دید آج ہے تو مری عید آج ہے
 کس مزے میں کہوں کہ مجھے احتیاج ہے
 جدت پسند تم وہ پُرانا رواج ہے
 معشوق ہے کہ عاشق رنگیں مزاج ہے
 یا رب اب اس کے حق میں پانی لاج ہے
 میری زبان ہے یہ جو کل تھی نہ آج ہے
 ویران بستیوں پہ بھی عشق و خراج ہے
 لیکن دیا عشق میں اس کا رواج ہے
 عاشق مزاج سمجھو تو عاشق مزاج ہے
 کل تک رہے رہے نہ رہے یہ عیال ہے
 کیا جانے کس زبان کیا انداز ہے
 پھر بوجھے تھے میں تجھے کیا احتیاج ہے

دنیا میں اک محقق تو نہیں ہو مزاج دا
 کیا جانے کیا ہوش و حشر کے دن اس کا فیصلہ
 تیری خوشی خوشی ہے مری دل ہو کہ بھر
 دل سے کوئی خوشی سے تو لے لے لگا ہ ناز
 خوش بھی نہیں خواہ بھی نہیں معتدل نہیں
 ماہ صیام و غرہ سوال کیا ضرور
 میں جانتا ہوں آپ کو سب جانتے ہیں آپ
 معشوق ہو تو ظلم ہی کرنا ہے کیا ضرور
 باتوں میں سوز و ساز ہے آواز میں گداز
 ہے دانہ دانہ اشک غذائے مریض غم
 تیم نہیں ہے کہ کہا کچھ کیا کچھ اور
 ہوش و حواس تہہ لاں لیتے جاتے ہیں
 لیتا نہیں کہیں بھی کوئی سکہ ہائے قلب
 معشوق اس کو سمجھو تو معشوق بھی ہے
 کل تک جو بات تھی نہ ہی وہ دلوں میں آج
 بیکار تو نہیں ہیں ہتیلی کے یہ خطوط
 وہ جانتے بھی ہیں مری ہر احتیاج کو

کرتے ہیں جس پہ ناز اٹھاتے ہیں اسکے ناز سچی محبتوں میں یہ رسم و رواج ہے

کینفی شراب شوق سے نیت نہیں بھری

جو احتیاج تھی مجھے وہ احتیاج ہے

طاقت تو صبر کی نہیں صرف اتنی لاج ہے کہنے نہ پائے کوئی کہ تو بد مزاج ہے

وہی یہ دل ہے وہ تملون مزاج ہے اس کا علاج ہے نہ کچھ اس کا علاج ہے

کیوں ٹالتے ہو وعدہ فردائے شہ پر تم سامنے کھڑے ہو قیامت تو آج ہے

کچھ احتیاج ہی نہ کسی کی رہی مجھے ہے احتیاج اگر تو یہی احتیاج ہے

دل کیا لیا کہ مول لیا آپ نے ہمیں عاشق سے یہ لو کہ کہاں کارواج ہے

ڈرتے ہیں رعبِ حُسن سے پھر چھپتے ہیں پھر جانتا ہے گھاس تو کھاتا نہیں عدو

سب جانتا ہے گھاس تو کھاتا نہیں عدو انسان ہی ہو اسکی غذا بھی اناج ہے

رورو کے جان کھوتے ہیں اپنی تو کھونے دو پوچھے نہ کوئی ہم سے کہ کیا احتیاج ہے

کل کیا ہوا تھا اور خدا جانے کل ہو کیا ہم تو یہ جلتے ہیں کہ جو کچھ آج ہے

وابستگان و امین دولت بیل ہیں یہ قہر مان عشق کے گھر کا رواج ہے

نازک مزاج وہ بھی تو نازک مزاج ہے سمجھا ہے اپنے چاہنے والے کو تو نے کیا

کیسی بہشت ہو گھر ہاں کے قصور کیا تیرے نیاز مند کو کیا احتیاج ہے

یہ ساغرِ مغال ہی جامِ زجلج ہے دلیں سے رنگِ بادِ عشق آئینِ گناہ سر

وانائے ہفت رنگ ہو دشمن تو کام لو صدقے میں دود کے ساتلج کا اناج ہے

ہم اسکی اعتدال پسندی پہ ہیں گواہ
تو بیوفا ہوا تو نئی بات کیسا موئی
بیچنیاں ہیں یہ نہیں بے احتیاجیاں
اک رٹ ہے اسکی اور نہ کچھ فکر ہے نہ ذکر
اللہ کے عشق اُن سے تری حکمرانیاں
جی چاہتا نہیں ہے تجھے جانتے ہیں ہم
اُس بے وفا سے خشرین بڑھ کر کہے کوئی
پہلے تو دل کے ساتھ ہی دیتے تھے اپنی جان
آنکھوں میں وہ ہیں یہ کو آنکھیں ترس گئیں
اہلِ دکن کو ذوق سخن ہے قدیم سے
محتاج اگر کسی کا ہے کینفی تو کیا عجب

وہ آدمی نہیں ہے جو بے احتیاج ہے

نورِ آئی ہے مردہ آیا شربِ مخی خشکوار آئی
سہاری میت بھی ہمیت جو بے تے تا فر آئی
ازل سے ماعِ گماہ مشر جو اپنی شہتِ آئی
قسم جو وعدہ کنی ساتھ تری زبان پر بار آئی
فلک پر ایر بہار آیا چمن میں باد بہار آئی
مراد آئی ہے منت آئی کہ بار آیا بہار آئی
نئے کوئی اب سے نام الفت جہانیں عجب آئی
کہاں کہاں سے کہے کسی کینفی لیل رسوا خوار آئی
وہیں مجھے اعتبار آیا جہاں یہ بے اعتبار آئی
مگر سہارا نہ آیا یہ نہ موت پروردگار آئی

طبیعت آئی ہے کسی آئی ہماری آئی چو کی
 ہو قیوم بویاں سیزہیں کب کس طرح سے کر
 چمن میں غنچے کھلیں تیر پھر کیا کھلا ہمارا غنچہ
 تھے شہید نگاہ کا رتبہ بیان کیا کوئی کس کی گلا
 قدم محبت کج ہے آیا ہو لیس پھر اپنے کچھ آیا
 ملے اگر زیر خاک کوئی تو پوچھ لوں اس سے حال اپنا
 وہ رحمت عجز عاشقانہ وہ لشکر لافنا زوئیں
 ہمارے حالات رنگینی نقطہ دو حریف کی پائی
 جنائیں کچھ گئی ہیں شاید جو دے بھیجا ہوا پنا
 چراغ داغ جگر ملک جاکھا وہ جا کے درگاہ جا
 جو زیور حسن ہم نے اکھا نکھا ما پیر پری ہو سکی

بیاض چشم عدد کی تحریر اشک خنجر بنی ہو گئی
 کسی کے کچھ کام تک یا رب ہماری مشغبت آئی

نہ آرزو ہے نہ حسرت نہ دعا کوئی
 مراقصو کہ میری نہیں خطا کوئی
 بلا جو آئی ہے مجھ پر نہ آئے دشمن پر
 اک انتظار میں ہیں لطف تو قیامت کے
 نہیں کسی کا ہوا یا رب نہ ہے مرا کوئی
 یکس کی چوک کہ ٹھیسری نہیں نہ کوئی
 ستم شمار نہ ہو تیرا مہبت سلا کوئی
 خدا کرے کہ نہ وعدہ کرے وفا کوئی

شب فراق میں ہر ریت موت سے بدتر
ترے بغیر جیا بھی تو کیا جیا کوئی
کیا ہے ترک ستم یار نے تو کیا ہوگا
بہا نہ ڈھونڈ ہی لیگی مری قضا کوئی
تم آئینہ پہ عجز ہو تو حق بجانب ہے
قصور کیا ہے اگر تم پہ ہوندا کوئی
فلک فلک ہو تو کیا ہے عدد و دھوکو کیا
بگڑ کے ہم سے ہمارا کرے گا کیا کوئی
عجیب وضع عجیب رنگ ہو ترا کیفی

نہ تجھ کو رند سمجھتا نہ یار کوئی

تم ملے مجھ سے ملے بیشک ملے اکثر ملے
ہاں مگر کسو اسطے کس طرح ہو کر ملے
عقل پالی ہے شان عشق پھر کیونکر ملے
فائدہ کیا اگر کلید گنبد بے در ملے
ایسی سچ و صبح کا ملے انسان تو کیونکر ملے
تیرا ہم صورت ملے کوئی تو صورت گھر ملے
بات جو ملنے میں ہونی چاہئے ملنی نہیں
یوں تو وہ ملنے کو ہم سے رات بھر ملے
مزل مقصود اپنی ان سے کوہوں دور ہے
ہم کو کیا گراہ میں کعبہ ملے مندر ملے
دل جگر بکر ہفت پرواز پیدا کر چلے
تیرا ہلو میں چھپے تو ہم یہ سمجھے پر ملے
کاٹ میں ہو کاٹ اس کے بارے خمدار کی
مول نہیں گے ہم اگر ایسا کہیں خیر ملے
آرزو کس کو ہو یہ کیسی ہو اور کس سے ہو یہ
جو جدا ہوتا انہیں ہم سے وہ کیا اگر ملے
جس طرح جس نے کیا ہو مجھ سے نیاس ملوک
یا الہی اس کو بدلہ اس سے بھی بہتر ملے
دیدہ لبریز اک طرف ہم بھی گھر میں رہے
آنکھ ہم سے بھی ذرا لے ساقی کو تر ملے
خانہ ویرانی صفائی ادا اتنی چاہئے
وہ جو ڈھونڈ سے میرا گھر تو اسکا گھر ملے

کیا پری ہوزنگ کتنا شوخ کتنی تیز ہے دست سررز کو الہی جلد کوئی برے
کب کے پامال خرام نام زہو کر رہ گیا اب کہاں ڈھونڈے سودہ نگار محشر ملے
خود غرض خود را خود آرا خود خوش دہرت عمر بھر تر سائے ملنے کو اگر دم بھر ملے

موت آنے کو ہر کیفی آورد جانیکو
ہم کسی سے کیا ملیں ہم سے کوئی کیونکر ملے

کی ہے کچھ تعلید انداز خرام یار کی چال خود بتلا رہی جو سپنج کج رفتار کی
روکش خلد بریں دیوار بام یار کی چشم تر تفسیر تجری تھہکا الانہار کی
طالب خبت ہو وہ آوارہ یار کس طرح جو نہ لے منت کسی کے سایہ دیوار کی
تم کھلے بندوں پھر وادہ ہم مقید ہی ہیں واہ کیا اچھی ہوئی پابندیاں اقرار کی
ہم صفر ان عدم سوتے ہیں کیا آرام سے کتنی ٹھنڈی چھاؤں ہو قاتل تھے دیوار کی
دل یہ کہتا ہے کہ ذکر العیش نصف العیش ہے عقل کہتی ہے کہ او سکی آرزو بے کار کی
فرط رسوائی میں اک گونہ فرامنے لگا چھڑ کر کھلانے لگے ہم گالیاں بازار کی
پیچہ و خشت کے ناخن بڑ گئے آئی بہار دھجیاں اوڑنے لگیں پھر زخم دامن دار کی
انقلاب ہر جاتا ہے کواں بایوں کی پاس آبلوں کو جستجو ہے وادے پر خار کی
ہائے اب بھی پاؤں کھینچی نہیں چھٹی یاں تو نصیب چھٹ گئیں ظالم تھے بیمار کی
نہشتیا ہو نہیں سکا اپنی آنکھوں کا خواب طرح ڈالی جس نے یارب حسن کے بازار کی

وہ رنگیں مٹ گئیں وہ دلوں جاتے رہے
ہائے کیغنی کیا کہیں طاقت نہیں گھٹا رہی

لے کے دل منہ پھیرے انجان نیکو جان لے
 مسکرا کر دل لے میرا ہنس کے میری جان لے
 لاکھ تو چھپ چھپ کے پردہ نہیں ماری جان لے
 جھوٹے اور دل خیال خوب دیاں چھوٹے
 تیرے وعدہ کا بھروسہ کیا ہو ہے پیاں کن
 یہ سماں یہ چاندنی لے مطرب عاشق نوا
 مار ڈالا مار ڈالا لٹ گئے ہم لٹ گئے
 بات کرنے کا سلیقہ نکٹ آتا تھا جے
 ہوں اگر ظالم ترے سب جو نہاں آشکار

دیکھ کئی بار یہ یہ مینہ درو آئینہ ہے

ریش قاضی میں ذرا اپنے سے پہلے بچاں لے

سُپیدی سر میں آئی اور آنکھوں میں اندھیرا
 بہر صورت گذرنا ہی زمانہ رخ دوراحت کے
 یہ طاقت قید خانہ کی نہ یہ زنجیر کی قدرت
 جن میں ہم دوست کہتے ہیں جے نیا سمجھتے ہیں
 خدا اثر لے تجھ کو اور اہل میں داؤد لے کو
 مدد لے بے تیاری! آخری دیدار ہو جائے

میرا ذمہ ہے اگر تجھ کو کوئی پہچان لے
 اس کو ایسی کیا پڑی ہے جو احسان لے
 جانتے ہیں ہم بھی تجھ کو تو بھی اتنا جان لے
 مان لے انا عاقبت اندیش میری مان لے
 اعتبار آتا نہیں سر پر اگر تیرا لے
 جی پھرک جا بے ہمارا ایسی کوئی تان لے
 تان لے پھر تان لے منہ پر دوپٹہ تان لے
 اب ہمیں سے شان کی وہ بت خدا کی شان لے
 نام بھولے سے محبت کا نہ پھر انسان لے

کہاں کا عشق کس نے اب بھی سوچو تو سورا
 کبھی خگل میں مگل ہی کبھی صحرا میں ڈیرا
 مجھے یارب مری تقدیر کے چکر لے گھیرا
 یہ سب کمیتوں کی چڑیاں ہیں یہ پڑیوں کا بھیرا
 مری گردن پہ خنجر کس ادا سے پھیرا
 کہ اپنا منہ مرے قابل نہ اس جانب پھیرا

مڑے لوٹے ہیں کیا کیا جلوہ حسنِ دلکش کے ہمارا عشقِ کامل بھی لیڑ نکال لڑا ہے

فروعِ حسنِ ظاہرِ قدر کے قابل نہیں کہنی

دورِ روزہ چاندناہی پھر اندھیرے کا اندھیرا ہے

ایسا ادبِ بجا بھی نہیں کی کچھ نہ ایسا پستہ ہے
لوگ کیا سمجھنے لگے، دیکھو سنبھلو کچھ تمام لو
اپنا ہادی ہو ہی ہے پیشوا اپنا دی
میرے دل میں حسرتِ دیاں و تنہا کے میں داغ
آپ اپنے پر ملامت کرتے کرتے تھک گیا
بوئے گل کے یاد نہیں تو لے صبا مہنت بھی تھا
ہر لبِ زخمِ آرزو وصل کی دیتا ہے داد
خاک ہو کر بھی نہ ہوئے کوئے تامل سے جدا

زندگی ہے تو یہیں ہم دیکھ لیں گے بے نقاب

حشر کے دامن سے کس کی آرزو وابستہ ہے

نیا ارمان ہوتا تھا نئی امید ہوتی تھی
پیالے کو رے کو رے گورے گورے ہاتھ تھے
وہی دن آج بھی جو حکمِ ہم خوشیاں مناتے ہیں
کبھی تو شوقِ بڑھ بڑھ کے گلے ملنا سکھاتا تھا

عجب دن تھے کہ اپنی عید اپنی عید ہوتی تھی
ہماری زبردِ مشکِ محفلِ حبشیدہ ہوتی تھی
ہماری عید کیا وہ تو تمہاری دید ہوتی تھی
کبھی کچھ شرمِ دامنِ گیر کی تاکید ہوتی تھی

یہ حسن و عشق تھو جس وقت تک دنیا میں عورت
ہمیں وہ خط لکھا کرتے تھے پہلے کس کلف سے
جرا ہو بدگمانی کا الہی کیا زمانہ تھا
وہی کہنا پڑا غیروں کو آخر ہم جو کہتے تھے
چو پہتے تھے پیکر مت ہم قد و نوبہ ساتی کے
زبردستی خفا ہونا تر لے چین کرتا تھا

مری رسم و نفا بھی تسال تقلید ہوتی تھی
بڑا القاب ہوتا تھا بڑی تمہید ہوتی تھی
کہ اک اک بات کی سو طرح تنقید ہوتی تھی
ہمارے قول کی اول بڑی تردید ہوتی تھی
کہاں کی عید کیسی عید کسکی عید ہوتی تھی
کبھی تو یاس ہوتی تھی کبھی امید ہوتی تھی

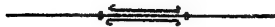
ادب سے شوق پالو سی جھکتا تھا مگر کینفی

کسی کے مسکرانے سے بڑی تائید ہوتی تھی

ناز شوخی سے سوا شوخی سوا ہی ناز سے
ہم یہ کہتے ہیں کوئی واقف نہ ہو اس ناز سے
چنچیا ہے کوئی کس حسرت بھری آواز سے
شوخیوں کرتا ہے محفل میں عجب انداز سے
وہ بھی دن آئیں بلائے وہ میں غراز سے
دل دکھے جس بات سے میرا وہی کہتا ہے
ماری بھی ہے جلاتی بھی ہے تیری چشم شوخ
چھوٹ کر قید نفس سے شایخ گل پر بیٹھے
تم ملو جبکہ کہ نہ اٹھکر ہاں مگر دل سے ملو

کونسا انداز کم ہے، کون سے انداز سے
انکی بیجا خامشی کہہ دیتی ہے آواز سے
کون ہو گا یہ تجھ میں پہچان لو انداز سے
میں کہوں آہستہ کچھ تو وہ کہے آواز سے
ہم کہیں فرصت نہیں وہ بھر ہی انداز سے
ہے ترے ہمراز کی سازش سے ہمارے
یہ کرشمہ ہی جدا ہے سحر سے اعجاز سے
تھی امید اتنی نہ ہم کو طاقت پر واز سے
قدر عاشق دل سے ہی اٹھا ہری غراز سے

نہم ۸ گریوں انکار میری عرض پر دیکھ اس طرف
 کوئی ہو گا وہ جو نیرنگ فلک سے سہم جائے
 دل کسی پر کس طرح آیا کسی سے کیا ہیں
 کوئی دل توڑا ہوا لمبائے تو اس سے فو
 یا آہی درد دل میں ہر تو کیوں ظاہر ہو
 جرم کش حافظ کا ہوں کینی دکن میں تو کیا
 کہتی ہے چشم سخن گو کچھ دلی آواز سے
 ہم نہیں دیتے ہیں ایسے فقر پر دازت
 خود کہیں واقف نہیں ہیں اب تک اپنے خراز سے
 آتی ہیں کیا کیا صدائیں ساز بے آواز سے
 ہم نظر آتے ہیں ناحق نار و ناما ساز سے
 کھچکے میرے جام میں آتی ہر خوشی از سے
 حضرت کینتی سے ملکر آج ہم سمجھے کچھ اور
 در نہ سمجھے تھے کہ ہیں اک رہنشاہ بار سے



تجلیاتِ کیفی

(کیفی حیات آبادی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دل گم گشتہ کو ڈھونڈ کہیں پایا نہ گیا
ہم بھی کوئی انسان نہ انسانوں میں
لطف آجائے شکایت کا اگر وہ کہیں
میں وہ بیمار محبت ہوں کہ اچھا نہ ہوا
ہم سے بھی عشق کے آثار چھپائے گئے
نامہ برنے تو کہا تھا یہ گیا یہ آیا
جلوہ ناز تو موسیٰ سے نہ تھا دور مگر
حجی جلا کردہ مرا تے پیشیاں ہو
کیا کہوں ان سے جو آکے یہ پوچھیں کہیں

وہ یہ کہتے ہیں یہاں تو کوئی آیا نہ گیا
ہم سے روٹھا ہوا معشوق منایا نہ گیا
کوئی ایسا بھی ہر عاشق جو ستایا نہ گیا
میری بالیں پہ میحائے بھی آیا نہ گیا
جس طرح آپ سے حنا اپنا چھپایا نہ گیا
اب تک آیا نہیں کیا جانے گیا یا نہ گیا
ان سے دیکھا نہ گیا ان سے کھایا نہ گیا
قبر پر میری چسپاں ان سے جلایا نہ گیا
عید کا روز ہے مے خانہ سجایا نہ گیا

یہ تپا ہے مرے ٹھکانے کا برق تنکا ہے آشیانے کا
اب ہر سامان جان جانے کا تھا بڑا وقت دل کے آنے کا

اپنے فعلوں کے آپ ہیں مختار
کچھ اجارا نہیں زمانے کا
ہم جو روٹھے تو وہ بگڑتے ہیں
یہ نیا ڈھنگ ہی منانے کا
وہ مرے گھر میں جلوہ فرما ہوں
یہ نصیبِ غریب خانے کا
دونوں ظالم ہیں تم مجھے کفر کا
فرق کیا ہے نئے پرانے کا
منہ پھرا کر وہ مسکراتے ہیں
یہ بھی پہلو ہے دل جلانے کا
ایسے آنے سے تو نہ آنا تھا
آتے ہی تذکرہ کر جانے کا
جن خرابیوں میں ہے کیفی
معتقد ہوں اسی گھرنے کا
گرچہ کیفی ہے خانہ آوارہ
آدمی ہے مگر ٹھکانے کا

منہ نبائے مجھے بیٹھے ہیں بگڑنا کیسا
بات تک بھی نہیں کرتے وہ یہ لڑنا کیسا
پوچھنا ہو تو کوئی آہ یہ ہم سے پوچھے
وصل کیا چیز ہے ہوتا ہے بھڑنا کیسا
گہنی گزری ہوئی باتوں کو توب جانے دو
جیتس کیا ہیں یہ ہر بات پہ لڑنا کیسا

خلد میں حورِ یہاں شیخ کو اسلام ملا
ہر جگہ ہم کو وہی اک بت خود کام ملا
ہم سے جب راہ میں تیرا کوئی ہم نام ملا
اپنے پہلو میں نہ پہروں دل ناکام ملا
سب کو اس بزم میں پیانا ملا جام ملا
آنکھ ہم سے بھی قلعے ساتی گلغام ملا
در و جب حد سے بڑھا ہوش ٹھکانے نہ ہے
بقیاری میں بھی اک قسم کا آرام ملا

دل میں رکھ لینے کے قابل ہو یہ داغ جگری
اپنا خط آپ دیا ان کو، مگر یہ کہہ کر
اور بھی تو میں زمانے میں تھا ہے عاشق
کس سے انصاف تم چاہیں ہم بجا ہیں
خلوتِ خاص میں ہے بواہر سو کا مجمع
بار کیفی کو نہ تا بار گہ عسام ملا

کیا خبر تھی ان پر مطلبِ عیاں ہو جائیگا
حالِ دل کس سے کہوں کو نہ کر کہوں بیشک ہے
آگ جب بھڑکے گی عشقِ خانماں برباد کی
رحم کر، ناہاقتِ اندیشِ ظالمِ جسمِ کم
زفتہ زفتہ رنگِ لائیکی مری خود فرست گی
خوق کہتا ہے کہ اسکو عمر بھر دیکھا کریں
یہ تو قبل از مرگ وادِ یللاب تو چپے ہو

بہیں غل سیکڑوں کا ہے کہیں بواہر اردو کا
زمانہ ناموافقِ دوست دشمن یا بیگانے
ترا آباد سے خانہ ہے، گاہک زمانہ ہو

جدھر دیکھو ادھر مجمعِ تیرے تیرا دل کا
ہمیں معلوم کیا پھر ہے اپنے ساروں کا
ہمیں بھی کچھ ملے ساتی نصیبِ بدخواروں کا

بھروسہ ہو نہیں سکتا کہیں بے اعتباری
یہ اک گلدستہ ہر پروردہ سا اگلی بہاری کا
کہ جی بہلایس اپنا اور اپنے چند یاروں کا

ترا وعدہ ہماری زندگی دو نور بار ہیں
دل صدک میں ہر حیرت ارا خج گشتہ
ہماری شاعری کی تو یہ غایت ہو کہ کینہ

تیری رحمت ہی تپکیہ ہے گنہ گاروں کا
جنگھٹا ہے ترے درواز پر بہاریوں کا
حال وہ پوچھتی ہے اپنے گرفتاروں کا
شیخ عاشق ہے مگر کعبہ کی دیواروں کا
فکر کس بات کی اللہ ہے میخواروں کا

لے خلیترے سو اکون ہے بے چاروں کا
گھر سے باہر تو نکل میرے سیاحا اللہ
بعد مدت کے کھلا عقدہ مرگوشی زلف
صاحب خانہ کعبہ ہے مرے گھر مہاں
جام پر جام ہو حضرت کینہ بے خوف

ہمارے نام پسند یاد کرنا
کہ مجھ کو عمر بستر تک یاد کرنا
تڑپنا لوٹنا پسند یاد کرنا
کوئی طرز ستم ایجاد کرنا
دعاے مغفرت سے یاد کرنا
غزل پڑھ پڑھ کہ ہم کو یاد کرنا

وہ فرماتے ہیں شکوہ مجھ سے سنکر
مزا ایسا چکھاؤں گا فلک کے
کسی کہ ہجر نے ہم کو سکھایا
ادا کہتی ہے انہی ہم سے سیکھے
تھیں جن وقت یاد آئے تیری
یہی کہتا گیا کینہی عدم کو

عجب عجب قسم کا الہی ہمارے دل نے غدا کھیا
جو عمرانی یہاں گزارتی ہم چلتے کہلی ساری
کہوں میں حال بنا کیا کسی سے میرا رونا ہر بے بسی سے
دیا رافت گئے ہرے والوں کا حال کیا پوچھتے ہو ہم سے
خواب کیفی کالج دیوان ہم نے دیکھا آفتم کی

نہ دن کو کم اضطراب پایا نہ کسے رافتم خواب کھیا
جو ہم نے پایا فریب پایا جو ہم نے دیکھا خواب کھیا
نہ بچنے میں نہ سے اٹلئے نہ لطف عہد شباب کھیا
کسی خانہ بدوش پایا کسی کو خانہ خواب کھیا
ہر اک غزل لاجواب پائی ہر ایک شعر امتحان کھیا

محبت میں کیا کیا نہ کچھ جو رہ ہو گا
لڑکپن میں جس کا یہ عالم ہو یا رب
فقط حکم کی دیر ہے میں ہوں حاضر
کسی کی در اندازیوں کا گلہ کیا
تمہیں پیار کر کے بھلا ہے جو دل سے

ابھی کیا ہوا ہے ابھی اور ہو گا
جوانی میں کیا جانے کیا طویر ہو گا
جو فرمائیں گے آپ فی الفور ہو گا
جو ہونا ہے وہ تو بہر طور ہو گا
وہ کیفی نہ ہو گا کوئی اور ہو گا

ذکر کیا ان کی بے وفائی کا
دوست ہے آدمی بن آئی ہے
زعم ہے آہ کو رسائی کا
کہاں مے خانہ تم کدھر زاہد
رکھا معذور تیرے کوچہ سے

یہ تو شیوہ ہی آشنائی کا
ساتھی کب ہے کوئی برائی کا
اب خدا حافظ اس خدائی کا
ہو چکا دعویٰ یا رسائی کا
ہو مجر اس شکستہ پائی کا

پھر وفا کی امید کس سے کریں جب وہ خوگر ہو بے وفائی کا
 اے فلک کیا تجھے نہیں معلوم ہے نتیجہ بُرا بُرائی کا
 باتوں باتوں میں لے ڈرائے لے ہے عجب ڈھنگ درباری کا
 قتل ہونے کا ڈر نہیں مجھ کو ڈر ہے لیکن تری کلائی کا
 بات بن بن کے بس بگڑتی ہے وقت آتا ہے جب بُرائی کا
 میں علی کا غلام ہوں کس معنی ہے جو شکل کٹا خدائی کا

ہو نتیجہ بُرا بھلائی کا تس پہ دعویٰ ہے آشنائی کا
 کا ناچھوسی سے ہو گئے بدم یہ مزا ہے سنی سُنائی کا
 اومروت کے دشمن جانی نام لینا نہ آشنائی کا
 خط تقدیر جب نہیں مٹتا نفع کیا ایسی جہ سائی کا
 آج تیرا کرم بھی دیکھیں گے وہ تو قصہ ہے ابن طائی کا
 وصل کی شب میں اے ملکی تھا عجب لطف باتچاپائی کا

کیا تباہی آپ کو نے نہش دل کیا ہوا اک بلا میں پھنس گیا اس بت پائل کیا ہوا
 چھپ گیا خط میں دکھلاؤ تو وہ لکھا ہوا کعبہ مقصود کا وہ سنگ مندر کیا ہوا
 دیکھ انکھیں کھول کر وہ یار کس پاس اے قریبِ رودیہ وہ زعمِ بار کیا ہوا

کوئی جنت کو کوئی دوزخ کو جاتا ہے مگر
حشر میں ہم ڈھونڈتے پھر تمہیں قاتل کیا ہوا

بگڑنا ہی کسی کا تھا کہ دنیا کا چلن بگڑا
زبان پند کھولی تھی کہ میخانہ کے زندوں نے
لگا لائے تھے رستہ پر مگر قسمت کے کیا ہوتے
بگڑا رے لاکھ اپنے کو جو اچھا ہے وہ اچھا ہے
طبیعت بائیں تہذیب یورپ ہو گئی سب کی
نہ سن کر بات ناصح کی بُری صحبت میں رہتے
شرابی سا ہے کہتے ہیں مسجیدیں گیا کتنی
خدا سے شیخ، مے سودند، بت برہمن بگڑا
طمانچے اس قدر اسے کہ وعظ کا دہن بگڑا
کہ پھر کل بیٹھے بیٹھے ہم سودہ نازک بدل بگڑا
نظر آیا جال سادگی جب بانگین بگڑا
دکن سے تاج ہندوستان مروج میں بگڑا
کسی کا کچھ نہیں بگڑا تمہارا ہی چلن بگڑا
ارے یہ نیل بگڑی ہے کہ وہ تو بے شک بگڑا

میری آنکھوں سے نہاں گلشن بازار نہ تھا
وہ بھی تنہا تھا گھر اپنا تھا ہویوں و حشت
میری الفت کے سبب تراجو بن نکھرا
میں تو کہتا نہیں انصاف سب پی کہہ دیا
لے دل بہت نظر گر ہی بے صبری تھی
میں انھیں دیکھتے ہی ہو گیا اچھا تھا
داستان سن کے جدائی کی دہماتیں
میں نے دیکھا کہ کسی جاگل بے خار نہ تھا
خانہ غیر نہ تھا کوچہ و بازار نہ تھا
لوگ کہتے ہیں کہ تو اتنا طرح دار نہ تھا
اس سے پہلے تو کوئی آپ سے اقرار نہ تھا
دعویٰ عشق کبھی تیرے سزاوار نہ تھا
وہ یہ سمجھے کہ بہانہ تھا یہ بیمار نہ تھا
واقعہ تو کوئی قابل اظہار نہ تھا

اس خطا پر مجھے مارا کہ خطا دار نہ تھا
ایسی بھٹی نہ تھی ایسا کوئی میخوار نہ تھا

حسب حال اہل مضطر ہو کسی کا مصرع
ہم نے خم خانہ فردوس بھی دیکھا کینی

سب پہ ظاہر احسب لہو جائے گا
تم خفا ہو گے تو کیا ہو جائے گا
ایک مفلس کا بھلا ہو جائے گا
اک نہیں تو دوسرا ہو جائے گا
پھر تو کعبہ بھی گیا ہو جائے گا

منہ نہ کھلوا جانے کیا ہو جائے گا
موت سے پہلے ہی ہم مر جائیں گے
دولت دیدار سے کر بھر دور
مرگ عاشق کا انھیں کوئی کر ہو غم
وہ بت کا فر جو دل میں آئے

خیر اللہ کو یہی منظور تھا
پھر خدا کو یہ نہیں منظور تھا
کچھ ہمارا ذکر یا ند کو رہا

مر گیا کیا دوست وہ مغفور تھا
قتل عاشق آپ کیا دور تھا
نامہ بر توجہ ہاں پہنچا تو کیا

اک شغلہ ہے شام و سحر آہ آہ کا
پُر سال نہیں کوئی مے حال تباہ کا
کیا جانیں وہ سلوک حینونگی چاہ کا
ملتا نہیں حساب ہمارے گناہ کا

انجام عشق کا نتیجہ ہے چاہ کا
لکھی گئی ہے دشت نور دی نصیب میں
مانا کہ خضر مرد جہاں دیدہ ہیں، مگر
افراط معیشت سے طاعت کا پھل ملا

کیفی شرب خانہ ہی نکلا نصیب سہ تجلیات کیفی
 ۹۴ رستہ سمجھ کے لئے تھے ہم خانقاہ کا

وعدہ کسی کے آنے کا جس وقت ٹل گیا
 دیوانگانِ عشق کا کیا پوچھتے ہو حال
 قطع امید پر نہ گیا دل کا ولولہ
 کہنے کو تھا وہ غیر سے لے سا غر خراب
 میں تو سمجھ گیا کہ مراد م نہ نکل گیا
 وحشت اچھل گئی کبھی سودا اچھل گیا
 رسی تو جل گئی مگر اتکن بل گیا
 بے ساختہ زبان سے کیفی نکل گیا

خواب میں آج کسی کا رخ زیبا دیکھا
 بے ٹھکانوں کی نگاہوں میں رہا کرتے ہو
 دیکھ کر مجھ کو یہ فرماتے ہیں سارے احباب
 دیکھنا ہم سے نظر آئیں گے لاکھوں عاشق
 دل وحشی بھی عجب ہو جد ہر آریا
 ہم جو کہتے تھے وہی بات ہوئی آخر کا
 ہم نے اشعار بہت دیکھے ہیں کیفی لیکن
 میرے خالق تری قدرت کا تماشا دیکھا
 تم نے اپنے لئے کیا خوب ٹھکانا دیکھا
 عاشقی اور محبت کا منتجبہ دیکھا
 عمر ہی کیا ہے تری تو نے ابھی کیا دیکھا
 آج تک ہم نے تو ایسا نہ ہٹیلہ دیکھا
 ربط غیروں سے ہی ظالم نے بڑھایا دیکھا
 آپ کا رنگ زمانے سے ازلہ دیکھا

ہوا کرتا ہے اب درشن کسی کا
 سوائے گی بہارِ خلد کیونکر
 ہے بے پردہ رخ روشن کسی کا
 مری آنکھوں میں ہو جو بن کسی کا

منے کی سیر ہو گشتِ کرون
نہ بھولیں ہن بھولیں گے کبھی ہم
ہے دنیا میں انسان دستِ بنکر
لڑکپن میں یہ کہتی تھیں ادائیں
وہ بولے دیکھ کر حسرت بھر دل
کسی کی وصل کی درخواست کرنا
نصیحتِ حضرت کیفی کی سن لو
ہمارا ہاتھ ہو دامن کسی کا
اٹھا کر دیکھنا چہلمن کسی کا
ہو یارب کوئی دشمن کسی کا
بڑا ہو گا یہ اچھا بن کسی کا
خراں دیدہ ہے گلشن کسی کا
چڑھانا ناز سے چتون کسی کا
دکھاؤ دل نہ جان بن کسی کا

خوابِ دشمنیہ لالہ گزیرِ وحشتِ ناک تھا
خوب تھا ان کا لڑکپن ہی کہ وہ بے باک تھا
بوالہوس نے بھرے کانٹے ہو ادھر ص کے
عشق صاحب کی بڑات جان کج لالے پڑے
یہ تو کہہ سکتا نہیں کسے چرایا دل مرا
میں نہ مٹا وہ میحما ہر باں ہوتا اگر
بے کسی کہتی تھی کل رُور و کسے بستانِ سیا
سیر کو آتے تھے اکثر اہل دل اہل نظر
ہو غریب بحرِ رحمتِ کیفی شیریں زباں
غیر کا سینہ مراد دل ان کا دامنِ جا تھا
اور غمِ دلِ تیر میں اس طرح دہشتِ ناک تھا
اس سے پہلے عشقِ بکارت بہت ہی پاک تھا
ایسے جھگڑوں کے خدا شاہد ہے نہ بیک تھا
ناک میں اسکی مگر ہاں اک بتِ بفاک تھا
زہر بھی دیتا تو میرے حق میں نہ تریاک تھا
یہ وہی ہیں جن کو پھر صلِ دعویٰ املاک تھا
صحنِ باغِ حسنِ جب تاجِ حسنِ بیک تھا
یا الہی مستلزمِ معنی کا وہ پیرِ اک تھا

دل مرا اور باغ باغ ہوا
کس شبستاں کا گل چراغ ہوا
عرش پر آپ کا دباغ ہوا
دل کے جھگڑوں کے کب فراغ ہوا
غیر کے گھر کا وہ چسراغ ہوا

پھر ہر ایرے دل کا داغ ہوا
آج اندھیر کیوں ہے دنیا میں
کیا خداوند صرف کہنے سے
کہے کس وقت لیں جگر کی خبر
اور جلتے پتیل ڈال دیا

کبھی تم جس پہ پائل تھے کبھی جو تم پہ پائل تھا
ہمارے ناز برداروں میں یہ سحر مداخل تھا
کہ قائل آج تک کہتا ہوں اف کیا نصیب تھا
لا یلف اس کا تھا درس اپنا ختم مفت نہ ل تھا
خیال خام تھا ان کا ہمارا زعم پائل تھا

کہے ہیں ٹکڑے ٹکڑے جس کے تم نے دیے دل تھا
کرو قتل اور اگر پوچھے کوئی تم سے تو کہہ دینا
بڑا احسان ہو ہم پر ہماری سخت جانی کا
جناب عشق سو پڑھتے تھے جنوں اور ہم فرآن
ہم ان کو کر سکے اپنا: ان کے ہو رہے اھیار

اچھا نہ ہو امیں تو علاج آپ کا جب کیا
رحم لے ترے حال پہ اس کو تو عجب کیا
کیوں پوچھتے ہو میرا حسب کیا ہو نسب کیا
ہم حق سے کریں تیرے لئے اور طلب کیا

اچھا میں علاج آپ کا کرتا ہوں سچا
پھر دل کا تقاضا ہو کہ چلاں سکی گلی میں
غربت بھر جھٹلائے گی میں کہ نہیں سکتا
کفر تجھے اسماں سے اٹھ اٹھاے

Checked

جفا لے حیلہ جو اتنی ستم لے فتنہ انا
 تاتے ہیں سبھی مشوق عاشق کو مگر اتنا؟
 نمایش گاہ جن عشق کا پردہ ہو خود بینی
 نہ ہو جب تک نہ نظر اتنی نہیں آنا نظر اتنا

تری جانب سے جو کچھ ہوا سمجھیں گے ہر اچھا
 خوشی ہو تو خوشی اچھی اگر غم ہو تو غم اچھا
 وہ آتے ہی بگڑ جانا وہ خست مانگنا ہنسر
 مجھے اس قند سے معلوم ہوا جو وہ سم اچھا

وہ یہ کہتے ہیں کہ دیکھا نہیں سب لیا
 مجھ کو ہے ناز کہ میرا بھی ہے قاتل ایسا
 عمر بھر کے لئے اب اس سے رہائی نہ مل
 بھینس گیا زلف گرہ گیر میں کچھ دل ایسا
 میں سراپا ہوں نیا زاپ سراپا ناز
 ایسے کشتے کیلئے چاہئے قاتل ایسا
 ناز بردار وفادار طلب گار نثار
 نہ ملا ہے نہ ملے گا نہیں پھر دل ایسا
 عشق کو ایک ہم ہم نے بنا رکھی ہے
 دیکھنے والوں کی نیکیاں نہیں آتی نظر
 بن کے بیٹھا نہ کر دم کسر محض ایسا
 درد نہ کر بھی قدم اٹھ نہیں سکتے افسوس
 تھک کے کچھ بیٹھ گیا ہوں سر نزل ایسا
 میری ذات میں تو دوس ہی ہو کئی
 ہو جہاں جلو امن اور شائل ایسا

وہ بیگانہ دل میں بیگانہ رہا
 چشم میگوں کی ادائیں دیکھ کر
 بن کے ہماں صاحب خانہ رہا
 عمر بھر چکر میں پناہ نہ رہا
 ہم نے اپنا جان کر دی پناہ
 وہ تو بیگانہ کا بے گناہ رہا

تجہ سے خالی بزمِ اپنی کب ہی
تو نہیں تو تیرا افسانہ رہا
تھا کبھی دل میں خیالِ مہِ رضاں
مدتوں تک کعبہِ بتخانہ رہا
ٹٹے ٹٹے داغِ دل سوٹ گئے
باغِ آئینہ ہو کے دیرانہ رہا
کوئے قاتل میں چلے ہم کے بل
ساتھ استقلالِ مردانہ رہا
تو بہ کر لی شیخ کی خاطر تو کیا
کیفی اپنا رنگِ زندانہ رہا

بہلائے دل مرا چمنِ روزگار کیا
جس یار ہی نہ تو خزاں کیا بہار کیا
اتنی سی بات کے لئے یہ دار و گریوں
میں کیا مرے گناہ کا یارِ شمار کیا
بوسوں پر اتنی بحث یہ تکرار اتنی اڑہ
جب ایک بار دیکھے پھر لاکھ بار کیا
کل تو یہ جرمِ عشق سے کی آج تو رومی
لے دل وہی ہے تو ہے ترا اعتبار کیا
کیس کیسی کسی پرورشیں کیفی آج تک
کل بھول جائے گا مرا پروردگار کیا

گر نہ تو عاشق تو خلاقِ نیرواں ہے سبب
ہاں کرتے خلقت حضراتِ انساں ہے سبب
کچھ نہ کچھ اسرارِ اس میں گرتے کیا سبب
روٹھے ہیں چھوٹے ہیں ہم سچے ناں ہے سبب
بے سبب ہوتا نہیں کچھ کچھ نہ کچھ ہو سبب
آساں پر سے نہیں نکلا ہوا شیطاں ہے سبب
واغظا تیری نہیں سنتیں ہم چہ بھی تو رہ
منزکیوں دکھاتا ہے اے مر و سکماں ہے سبب
جب تلمک پڑھئے کیفی شعر کوئی دل پسند
داد دیتا بھی نہیں کوئی سخنداں ہے سبب

ہاتھ پھیلا کے ہم اب کرتے ہیں اک جام طلب
 ایسی بنفیکری سے مؤقرض کی تینے نہیں ہم
 حسن مطلق ہو ترا اے شہ خوبان جہاں
 چھڑتا ہے انھیں جلوت میں ہر یا خلوت میں
 شر لکھنے کو قلم اٹھ نہیں سکتا کفنی
 کیا بُری ہوتی ہے اے ساتھی کلفا ام طلب
 کہ کوئی ہم سے کرے گا ہی نہیں ام طلب
 مہر ہے صبح طلب اور قریشا طلب
 ترک خواہش نہیں کرنا دل و شہنا طلب
 ہائے لب ہو گئے ہم کس قدر آرا طلب

بھول کر ان سے کہہ دیا مطلب
 ہاں کئے جاؤ غیر کا شکوہ
 بات مطلب کی سن کے فرمایا
 آپ اپنی ہی گلے جاتے ہیں
 خواہش وصل سن کے کہنے لگے
 نامہ بر کر رہا ہے بات جدی
 لاکھ کہنے کی میں نے جرات کی
 کیوں اڑا کر بنا رہے ہو بات
 ساغر بادہ چاہئے یہ کفنی!
 ہائے سب خط ہو گیا مطلب
 میں سمجھتا ہوں آپ کا مطلب
 کیا غرض ہم کو تم ہو کیا مطلب
 کچھ سمجھتے بھی ہو مر مطلب
 بعد مدت کے اب کھلا مطلب
 خط سے ظاہر ہے دوسرا مطلب
 نہ زباں سے ادا ہوا مطلب
 مجھ کو معلوم ہو گیا مطلب
 دوسری شے سی ہم کو کیا مطلب

دستِ درخت کے بہتے ہو گئے ہیں تار تار
 آستینِ دامنِ جیبِ گریباں کے سب

۱۰۰
تجلیات کینی
قافیہ کیا خاک مجھے مست ہو کینی بہت
ایک ہو آنکھوں میں اسکی دین دنیا کے برب

یا در کھو یا در لینا دعائے خیر سے
جب نظر آئے تھیں مجھ سا کوئی سکتیں غم
شرط پیداری یہ ہم تم کو نہاتے ہیں سُنو
اک نہایت ہی عجیب قصہ زنگیں غم
بخش دے اس کے گنہ یار بحتی مصطفیٰ
بندہ عاصی ہے یہ (یدضی الدین) غم
تیرے دروازے پر حاضر ہے بغرض جام
دیر سے ساتی یہ کینی نیب از انگیں غم

کون کہتا ہے رخ دل بریں ماہ و آفتاب
ایک ادنا قدرت اور ہیں ماہ و آفتاب
یہ اسی کی روشنائی ہے نمایاں دن
ورنہ بیشک خاک ہیں تپھر ہیں ماہ و آفتاب
جم کو کینی اپنے اک ہی جام پر کیا نہ تھا
میرے میخانہ کے دوسا غم ہیں ماہ و آفتاب

خندان نظر آتے ہیں میرے زخم جگر آج
یا رب ادھر آجائے کوئی رشک تم آج
اب تک نہ ہوا بند جو میخانہ کا در آج
ساتی کا کرم حد سے زیادہ ہے مگر آج
آتے ہیں سنبھالے ہوئے وہ تنغ و تیر آج
دیکھیں گے ذرا ہم بھی قیوب کا جگر آج

دل بہلتا ہی نہیں بہلاؤں یا رب کس طرح
 ہجر کے دن سے فزوں ہو بقدر امان کی
 چھا گئی غم کی گھٹا دل پر مرے اب کس طرح
 خیر دن تو جائے گا گزرے گی شب کس طرح
 سچ کہو تم میرے گھر آؤ گے اللہ کی قسم
 جب کسی کی بھی نہیں تھا یہ ظالم بات تک
 کون سے دن کون سی تاریخ اور کس طرح
 کوئی لائے گا زبان پر حرف مطلب کس طرح

لالہ حمین میں ماہ ہے داغ آسمان پر
 آئینہ فلک نے لیا عکس داغ دل
 حاصل زمین پر نہ منساخ آسمان پر
 تاروں کا خوشنما ہی جو باغ آسمان پر
 ہم جانتے ہیں عجب سزا و تکر کی راہ کو
 سر سے زمین پر تو داغ آسمان پر

کہا یہ اس نے پڑی جب نگاہ کانٹوں پر
 جواب عرض کیا ہاتھ جوڑ کر میں نے
 بنائی کس نے تری خواجگاہ کانٹوں پر
 نیکر سوتے ہیں لے بادشاہ کانٹوں پر
 بنائی حق نے محبت کی راہ کانٹوں پر
 بسر سو ہی سجدا ایک ماہ کانٹوں پر
 پڑا ہے صبر ترار و سیاہ کانٹوں پر
 نکالو آنکھیں سن ان بے گناہ کانٹوں پر
 بنائی گل نے جب آرام گاہ کانٹوں پر
 خدا نے دی استے سلطنت گلستاں کی
 قدم لئے مرے کانٹوں نے شہت خربت
 گرا جو تھک کے بحال تباہ کانٹوں پر

عبث ہے صحبتِ اختیار تیرہ بختوں کو
 امید وصل یہ اس گل کی ہم نے تریک
 حضور آپ کو کیفی سے کام ہی کیا
 ہوا نہ گل کا اثر کچھ سیاہ کانٹوں پر
 گزاری ہجر کی شام و بکاہ کانٹوں پر
 وہ خواہ پھولوں پہ سوتا ہوا خواہ کانٹوں پر

ہول ہوگی ہیں جب قبر کی تاریکی سے
 عرصہ حشر میں سنتے ہی صدا آجانا
 شکر صد شکر کہ ہم مندرل مقصد پہنچے
 آپ آجائے شمعِ رخِ زیبائے کر
 ہم پکاریں گے وہاں نامِ خدا کالے کر
 گرتے پڑتے ہی ہی ہسی نامِ خدا کالے کر

دل کیا تھا اے جگر جلا کر
 کچھ کہنے دیا نہ اس نے ہم کو
 امید و فابتوں سے تویہ
 غیروں سے نہ ملنے کی ٹھنے گی
 باتوں میں اگر مزا نہیں ہے
 اے جانِ عدو ہمارے قہقہ
 کیا وعدہ کہاں کا اقرار
 کیفی دنیا میں سرنگوں ہے
 حق ہمارے ادا کر
 احسان اپنا جتا جتا کر
 بندے بس بس خدا خدا کر
 پچھاؤ گے ہم کو آزما کر
 پھر کرتے ہو بات کیوں چبا کر
 ہر روز نیا ستم کیا کر
 کہد و کوئی بات ہی بنا کر
 اک دخترِ رز کو سر چڑھا کر

نہ دستِ دامنِ اہلِ کرم چھوڑ
خدا راقصہ رنج و الم چھوڑ
فقط اتنی ہی عادتِ کم سو کم چھوڑ
طریقِ ظلم و اندازِ ستم چھوڑ
تو لے کیفی یافتِ کربش و کم چھوڑ

نصیحتِ مان بھی لے دل ہماری
وہ فرماتے ہیں میرا حال سُن کر
نہ مل غیروں سے ہو گا مجھ پر احساں
رہ الفتِ سلوکِ عشق کو سیکھ
ملے جتنی شراب اتنی پیئے جا

کسی حیس میں نہیں ہیں ستمِ ترے انداز
تفکراتِ زمانے سے جاں بلب تھایں
خدا بجائے مرے یا حشیم بد سے تجھے
مگر شعور کہاں حسیخ کسفلہ پرور کو
کبھی ملول کبھی مشاد شاد و تہا ہے
کہاں یہ تابِ زباں میں یہ صفا دیکھے

نئے نئے ہیں خدا کی قسمِ ترے انداز
بھٹلا دے مرے سبوح و نعمِ ترے انداز
غضب کرشمے ہیں تیرے ستمِ ترے انداز
اگرچہ سیکھے ہیں کچھ بیش و کمِ ترے انداز
اڑائے ہیں مے دل مجھے ستمِ ترے انداز
مجال کیا ہے جو لکھے ستمِ ترے انداز

روشن ہے میرے گھر میں چراغِ پڑاؤں
واغظِ ترے کہنے سے محبت نہیں جاتی
داعِ ستمِ دہر کی پروانہ کر لے دل
کم ظرف حیس ہوتے ہیں مستخِ بلا کے

وہ گھر کہ جہاں باغِ ہرباغِ پڑاؤں
صرصر سے کہاں گلِ ہوجراغِ پڑاؤں
جیسے کہ پسِ نیت ہیں داغِ پڑاؤں
طاؤں سے بڑھ کر ہے داغِ پڑاؤں

پیرِ میاں کا گرم ہے دربارِ خاصِ عالم
چھوڑو خدا کے واسطے یہ لہنتِ انیاں
تھا وہ بھی ایک وقت واقف تھا کوئی
تیور بدلتے آؤ ذرا متل گاہ میں
کہتا ہے ماہ کوئی اچھن ہا ہوش کوئی
آئیں شراب خانے میں میخوارِ خاصِ عام
رکھتے ہیں دل میں حسرتِ یادِ خاصِ عام
اب جانتے ہیں حالِ دلِ زارِ خاصِ عام
ہیں تم پر جان دینے کو تیارِ خاصِ عام
کرتے ہیں روزِ رات کو تکرارِ خاصِ عام

یوں نکھرتے نہ جو وہ عارض کا کلِ باہم
نفرتِ دولتِ دنیا و تمنائے بُباں
چھوڑ کر مجھ کو اکیلا تفسیرِ وحشت میں
ایک سے ایک زیادہ مجھ دق کتے ہیں
دور پر دور بلا فصل پلائے ساتی !
دل اڑا لیتے ہو پھر بھول بھی جاتے جو صنم
بانٹ لیتے ہیں مے پاس سے لیکر کفنی

خارا و تراب نہ کھاتے گل و سنبلِ باہم
میرے دل میں ہے مگر حرصِ توکلِ باہم
چلے گئے ہوش و خرد و صبر و تحملِ باہم
شرط کر بیٹھے ہیں کیا جو رو تغافلِ باہم
تاقیامت ہے یہ دور و قسطنطنیہِ باہم
آپ کے پاس ہے جستی و تجاہلِ باہم
اہلِ دنیا یہ تہمتِ سرِ سخیلِ باہم

اے جوانِ تجھ میں قلبیت تک دفن آتی نہیں
آزما لو ظاہر و باطن ہمارا ایک ہے
ایسے وہ انجان بن بیٹھے تھے ہم سے اٹل
ہے شل بچپن کی عادت عمر بھر جاتی نہیں
آپ کی سی تم کو منہ دیکھ کر کی بات آتی نہیں
جیسے ساری عمر کا اپنا ملاقاتی نہیں

دونوں سے واقف ہر بندہ حیدر آبادی بھی
کوئی وحشی و بیابانی و دیہاتی نہیں
آدمی سے آدمی کو خوف ہو کس بات کا
وہ رقیب رو سیاہ کچھ دیوانہ لائی نہیں
بیوفاؤں سے وفا کی آرزو کرتے ہو
لے دل بدبخت تجھ کو شرم بھی آتی نہیں
ایسی ایسی ہم نے دیکھی ہیں ادائیں سیکڑیوں
لے فلک ہم کو تری بڑی ادا بھائی نہیں
غم نہ کھائیں تو بھلا کیا خاک کھائیں انغم
تیرے کوچے کی بھی اب ہم نہ آتی نہیں
کیفی کہتے آں قدحِ شکست دکن ساتی نماز
حیف ہر اس دور میں یا رخز بابتی نہیں

اس قدر تڑپا نہ ہم کو اوبت دکنی نژاد
ورنہ ہو جائے گا تو شہور جلا دکن
کیوں نہ بن جائے سیماں میں اگ شور
ہے نظام الملک آصف جاہ جلا دکن
حسنِ یوسف کو ٹیوں کے مول بکتا ہوں
معجزہ داؤد کا رکھتا ہے جلا دکن
چارمینار ہے رشکِ قصر فردوس بریں
یا خدا قائم رہتے ماحشر بنیاد دکن
ہو مبارک زار ہوں کو خانہ جامِ طہور
روکش طوبی دسدرہ مرو شاد دکن
اپنا مے خانہ ہے کیفی حیدر آباد دکن

لوگ کیوں کہتے ہیں انکھوں کو بیمار انکھیں
یہ بھلی چنگی دغا باز ہیں عیار انکھیں
دیکھتا جا لے دم بھر کے لئے بہ خدا
پھرتا ہے اویسجا ترا بیمار انکھیں
تیرے آنے کی خبر جیسے یہاں آئی ہے
بن گئے ہیں ہم تن سب دیوار انکھیں

کہیں باطل نہ ہو دعویٰ تری تھیائی کا
بے عوض چاہتی ہے دل تری چشمِ میگوں
وصل کی صبح کا آنکھوں میں سماں ہے شاید
زنگ لائے گاتلون ترالے شعبہ ہر
بزمِ اغیار میں جب ذکر ترا آتا ہے
کیفی آنکھوں میں حسینوں کے رہا کرتے ہیں
اُنہیں سے بھی نہ کر نامری جاں چار انکھیں
مفت کے مال پہ لال کوں کے یا ر انکھیں
شرم کے مارے وہ گزرتے ہیں جا ر انکھیں
لال پیلی تو ہوا کرتی ہیں ہر بار انکھیں
ڈبڈبا کر یوں ہی رہ جاتی ہیں ہر بار انکھیں
اس لئے ان کی ہوا کرتی ہیں شہزاد انکھیں

ہرگز نہ پائے گا کوئی دھوٹے نہ راز میں
واعظ خدا کی مار ہو تجھ پر یہ کیا کہا
جو بات ہے ہمارے کسی گلخدا میں
تو بکر میں شراب سے فصل بہا میں

الہی عشق کی خاطر کریں کیا
ادھر یہ ضد کہ حالِ انیاد بول
جس میں ہم یا میں آخر کریں کیا
نہ بولیں جھوٹ تو شاعر کریں کیا
ہوا سچ بول کر بدنام کیسے

کیفی اڑے جاؤ شراب اس کی یاد میں
یہ کر رہے ہیں آپ غمِ ماسوا حبث

دل جائیگا کبھی نہ کبھی اپنا مدعا لے دست آرزو تو نہ داماں باز چھوڑ

دل میں کمینہ ہے کسی کا نہ کسی کا اخلاص دوست دشمن سے برابر ہی ہمارا اخلاص

کس طرح دل میں سوائے ہو تم اللہ اللہ لوگ کہتے ہیں کہ ہوتا ہے خدا کا گھر دل
دل انھیں دیکھ تو اتنا کچھ نہیں کیفی جان دینے کو مرے بار بڑھے کیونکر دل

وصل کیا صرت وصال تو ہو تو نہ ہو تو ترا خیال تو ہو
تم اگر آفتابِ حشر نہیں نیستِ محشر خیال تو ہو



جامع کی کتابیں

کلامِ کسفی - حضرت کسفی حیدر آبادی کے تالیفی۔ اخلاقی اور ادبی کلام کا مجموعہ تین حصوں میں پہلا حصہ غزلیات - دوسرا نظیات - تیسرا متفرقات لکھائی چھپا بہت اچھی - قیمت ۸ روپیہ - وہ مجموعہ کلام ہے جس کا اصحاب ذوق کو ہر سوسے انتظار تھا اور طبع ہونے کے بعد جس کا نہایت شوق سے خیر مقدم کیا گیا صرف پہلے ہفتے میں اس کے چار سو نسخے ہاتوں ہاتھ فروخت ہو گئے ہندوستان کے سائل نے اس پر بہت عمدہ ریویو لکھے ہندوستان کا سب سے بڑا اور معتبر سالہ اردو (دنگلاد) کلام کسفی پر ریویو کرتا ہوا لکھتا ہے :-

”سید رضی الدین کسفی حیدر آبادی کا متفرق کلام ان کے ایک مددگار
محمد سرور علی صاحب مؤلف تذکرہ شعرائے اوزنگ آباد (دکن) نے جامع
ایک دیباچہ کے چھپا کر شائع کیا ہے اس میں کیا شک ہو کہ وہ حیدر آباد کے شاعر
میں بایں از شاعر تھے اور اپنے ہم عصروں میں انھوں نے ممتاز حیثیت پیدا
کر لی تھی ان کا کلام ہی خود کہہ رہا ہے کسفی ابتدا میں سکیش تھا نوی کے کوشش
میں تھے ان کی وفات کے بعد فصیح الملک مرزا داغ مرحوم سے جن کو زبان

اقتدار سے بند و سندان کا ہما شاعر کہنا چاہئے تلمذ کا فخر حاصل ہو گا و غیر
 ان کو داغ مرحوم کے انوری و دریاات میں نصیب ہوا اور بہت کم اصلاح کلام
 اور شور و سخن کی ذہن پرستی تھی کہ استاد نے کج کا نقارہ بجا دیا اور اپنے نعت
 تلامذہ کو تشنہ کام چھوڑ کر شہر خوشاں کا رستہ لیا لیکن اس جوہر قابل کے لئے استاد
 کامل کی دو چار صحبتیں ہی غنیمت ثابت ہوئیں اگلی پھیلی شش نے معاملہ بندی
 سلاست اور کسی قدر زبان کی چاشنی ان کے کلام میں پیدا کر دی اب ان کے
 نیکم اشعار میں صاف نظر آتا ہے کہ میکش کا کیف کا فور ہو کر کوئی دوسری ہی
 ملامت آگئی ہے اور ان کے بعض اشعار کی شیرینی اس غیرنی کا مزہ دیکھائی
 جس میں کسی قدر داغ لگ گیا ہو جس کو ارباب ذوق بہت پسند کرتے ہیں
 اس میں کچھ حصہ غزلوں کا ہے اور کچھ اخلاقی اور قومی نظموں کا بہر حال کیفی کی
 شاعر کا نشو و نما جس ماحول میں ہوا اس کے لحاظ سے ان کا مجموعہ اشعار بہت کچھ

قابل تحسین و افرین ہے۔ (ارود۔ جولائی ۱۹۲۷ء)

بہت کم نسخے رہ گئے ہیں ارباب ذوق کو چاہئے کہ اس کی خریداری کی طرف جلد توجہ
 دینے موجودہ اشاک بہت جلد ختم ہو جائیگا اور پھر طبع دوم کا انتظار کرنا پڑے گا۔
نظم کیفی۔ حضرت کیفی مرحوم کی تاریخی۔ اخلاقی۔ قومی و ادبی معرکہ۔ الارانظموں کا
 مجموعہ۔ کیفی مرحوم نے آخر عمر میں قومی نظموں کی طرف توجہ کی تھی اور اس میں خاص اثر
 اور دلکشی پیدا کی تھی حیدرآباد کے قومی علمی اور تعلیمی جلسے کیفی کی نظموں کے بغیر بیکے معلوم ہو

اس خصوص میں آپ کو دن کا حالی کہا جائے تو بجا ہے اسکی نظیں کلامِ کفنی کی نظموں سے بالکل الگ ہیں لکھائی چھپائی بہت اچھی قیمت (۴۲/۱)

حیاتِ کفنی - حضرت کفنی مرحوم کے حالات زندگی نفیس طباعت - قیمت (۲۱/۱)
تذکرہ یورپین شعرائے اردو - انگریز فرانسیسی اور پرتگیزی شعرائے اردو کے صحیح حالات اور ان کے اردو کلام کے نمونے اردو میں یہ ایک نئی خیر ہے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ یورپین بھی اردو کے شاعر تھے ان کا کوئی خاص تذکرہ نہ تھا البتہ کچھ حالات شعرائے اردو کے تذکروں میں ملتے ہیں - اردو کے شاعر اسی تذکروں کی ورق گردانی ان کے حالات اور کلام کجا کیا گیا ہے اردو رسائل نے اس کتاب کی بہت تعریف کی ہے چنانچہ لکھنؤ کا رسالہ نظر لکھتا ہے :-

کیا یہ اردو کی ترقی نہیں کہ ایک قوم فاتح کی حیثیت سے ہندوستان میں داخل ہوئی ہو مگر یہ قوم مولود زبان اپنی رغائبوں اور زیبائیوں سے اس قوم کو اس قدر متاثر کرتی ہے کہ اس کے افراد اس زبان کو سیکھنے کے علاوہ اس میں شاعری بھی کرنے لگتے ہیں - آج تک کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی کہ کتنے یورپین شعراء اردو گو کہ ہیں مگر مولوی مراد علی صاحب قابل شکر ہیں کہ انھوں نے سلسلہ انثراتِ کتبنا مسجدِ چوک کے تحت ایک تذکرہ شائع کر دیا جس میں ان شعراء کے حالات اور نمونہ کلام ہے شروع میں ایک میگزین اور کارآمدیہ باچ بھی ہے - (نظر لکھنؤ - مارچ ۱۹۲۷ء)
 لکھائی چھپائی نہایت نفیس ڈائٹیل دیدہ زیب قیمت (۸/۱)

شعراے اوزنگ آباد۔ اوزنگ آباد (دکن) کے قدیم شعراے اردو کے حالات اور ان کے کلام کے نمونے اس کے متعلق رسالہ نظر لکھتا ہے۔

”اوزنگ آباد ایک شہور جگہ ہے اور پھر عالمگیر نے اس کو کچھ ایسے وقت میں آباد کیا کہ خدا کے فضل و کرم سے اتنا آباد ہے دکن میں شاعری کا جنم بھوم ہی ہے ولی آزاد وغیرہ بڑے بڑے شاعر ہیں کہیں مولوی سردار علی صاحب نے ۷۰ شعراے اردو کے صحیح حالات اور کلام کے نمونے شائع کئے ہیں یہ بھی اپنی نوعیت کی بالکل پہلی چیز ہے اس طرح اگر ہر ایک صوبہ کے شعرا کا کلام مرتب ہو جائے تو یقیناً آئندہ مذکورہ لکھنے والوں کو سہولت ہوگی۔“

ساز طباعت کاغذ نہایت عمدہ سرورق رنگین و مصور۔۔ قیمت (۶) اشباح و حیرات آباد۔ حیدر آباد کا آثار قدیمہ کی تاریخ جو چار ابواب پر منقسم پہلا باب عمارات بلدہ و مضافات دوسرا باب عمارات قلعہ گوکنڈہ و مضافات تیسرا باب مزارات بلدہ و مضافات چوتھا باب آثار عثمانی۔ چوتھے باب میں ان تمام عمارات کا جو دور عثمانی کی یادگار ہیں ضمناً دور عثمانی کے دیگر کارناموں کا بھی تذکرہ درج ہے نفیس کتابت و طباعت کے ساتھ غفریب شائع ہوگی۔

مشاہیر اردو (دو حصے) اردو کے تمام شہور شعراء و شریک کار مصنفین کا تذکرہ بطرز لغت بترتیب حروف تہجی حصہ اول ردیف الف سے ش تک حصہ دوم ردیف ص تا ی تک۔ دو کالم میں نہایت نفیس کتابت و طباعت کے ساتھ زیر طبع ہے۔

تذکرہ بابر - محمد ظہیر الدین بابر بادشاہ غازی کی سوانح عمری مولفہ عالیجناب
نواب صدربار جنگ بہادر اس کے متعلق رسالہ اردو کی رائے ملاحظہ ہو۔

چالیس برس ہونے کو آتے ہیں کہ مولانا حبیب الرحمن خان صاحب ثروانی
(نواب صدربار جنگ بہادر) نے میمنون لکھا تھا جو حیدر آباد کے مشہور
رسالے ”حسن“ میں شائع ہوا تھا اور مضامین میں شمار ہوا جن پر ایک اشرفی
انعام دی جاتی تھی۔ بابر اپنی خصوصیتوں کے لحاظ سے مغلیہ خاندان میں ایک
عجیب و غریب پادشاہ ہوا ہے فاضل مولف نے کتب تاریخ کے مطالعہ کے
بعد میمنون لکھا ہے۔ علاوہ تاریخی معلومات کے جس انداز سے میمنون لکھا
گیا ہے (جو مولانا کا خاص طرز ہے) وہ بہت قابلِ داد ہے مولانا کی تحریر
میں جو ادبی شان اور ایک بانکپن پایا جاتا ہے وہ اس میں بھی صاف
نظر آتا ہے (اردو بابۃ جولائی ۱۹۲۷ء)

لکھائی چھاپائی نہایت نفیس - کاغذ عمدہ - - - - - قیمت (۶)

ملنے کا پتہ
دارالکتب ”تجلی“ مسجد چوک حیدر آباد دکن